عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کا ترجمان

ہفت روزہ

ختمِ نبوت

INTERNATIONAL URDU WEEKLY KHATM-E-NUBUWWAT KARACHI PAKISTAN

جلد: ۲۲ | ۲۸/ذوالحجہ تا ۵/محرم ۱۴۲۵ھ مطابق ۲۰ تا ۲۶/فروری ۲۰۰۴ء | شمارہ: ۳۹

حالاتِ حاضرہ اور فرمانِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم

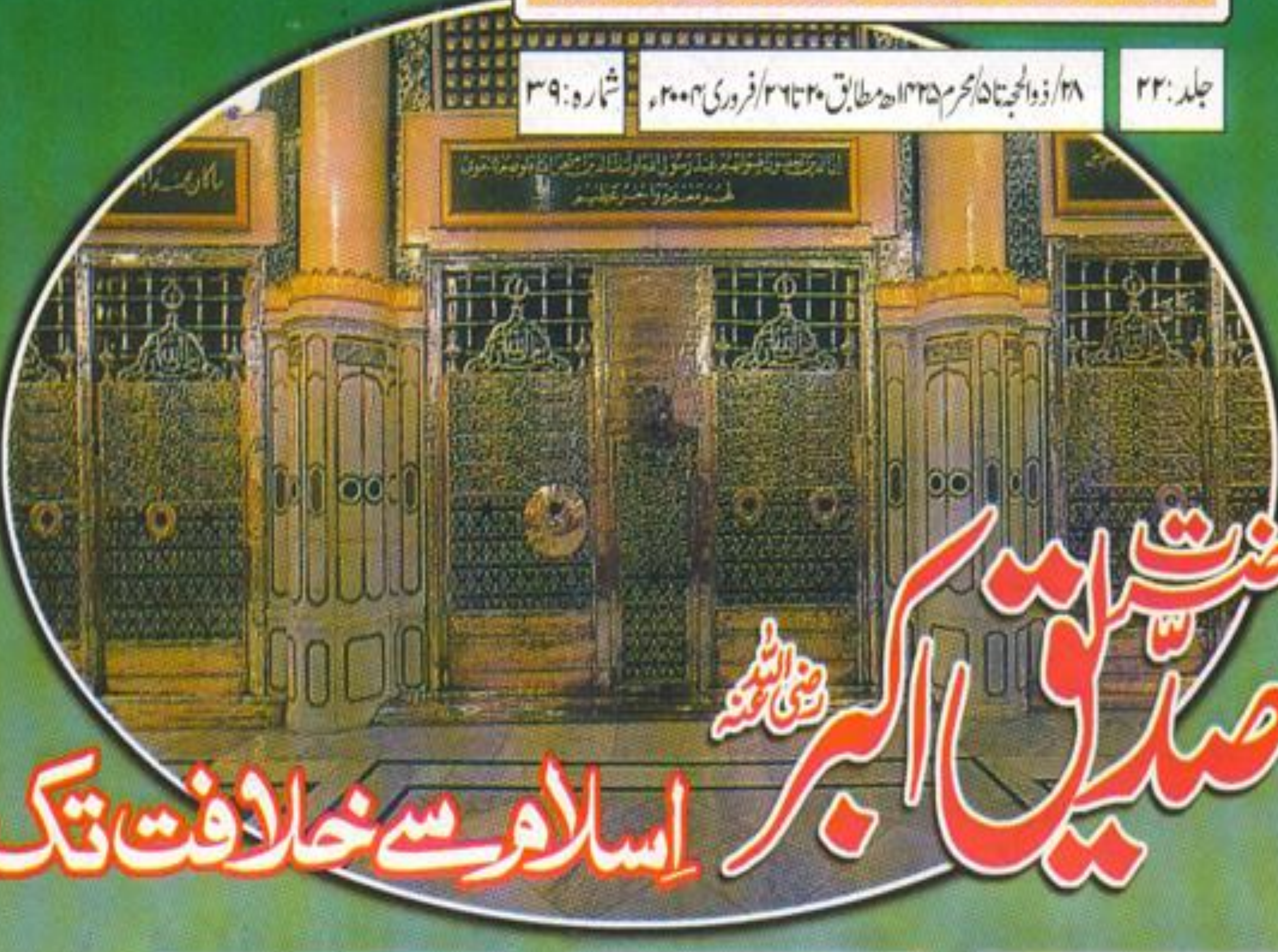

حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ
اسلام سے خلافت تک

جرمنی میں اسلام کی مقبولیت

خوشگوار زندگی کیسے؟

اسلامی تقویم سنِ ہجری کی ابتداء

Email: editorkn@yahoo.com Website: http://www.khatme-nubuwwat.org http://www.khatm-e-nubuwwat.co

معجزہ ردشمس کی حقیقت:

س:…… معجزہ ردشمس کی حقیقت سے آگاہ کیجئے؟ نیز واضح فرمایئے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے خود نماز پڑھی یا نماز پڑھنے سے پہلے سوگئے؟ اگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز پڑھی تو یہ کیسے ممکن ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ وہاں بیٹھے رہے اور انہوں نے نماز نہیں پڑھی؟ اور پھر نبی جب سوتا ہے تو اس کا دل غافل نہیں ہوتا' نبی کا دل جاگ رہا ہوتا ہے' بھلا یہ کیسے ممکن ہے کہ نبی سوجائے' اس کی اپنی نماز قضا ہوجائے یا اس کے رفیق کی؟

ج:…… حضرت علی رضی اللہ عنہ کے لئے ردشمس کی حدیث امام طحاویؒ نے مشکل الآثار (صفحہ نمبر ۹ جلد ۲) میں حضرت اسماء بنت عمیس رضی اللہ عنہا سے روایت کی ہے۔ بہت سے حفاظ حدیث نے اس کی تصحیح فرمائی ہے۔ امام طحاویؒ نے اس کے رجال کی توثیق کرنے کے بعد حافظ احمد بن صالح مصریؒ کا یہ قول نقل کیا ہے:

"جو شخص علم حدیث کا راستہ اختیار کئے ہوئے ہو اسے حضرت اسماء رضی اللہ عنہا کی حدیث کہ جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے' یاد کرنے میں کوتاہی نہیں کرنی چاہئے کیونکہ یہ جلیل القدر معجزات نبوت میں سے ہے۔"

حافظ سیوطیؒ "اللآلی المصنوعہ" میں لکھتے ہیں:

"اور منجملہ ان امور کے جو اس واقعہ کے صحیح ہونے کی شہادت دیتے ہیں' حضرت امام شافعیؒ اور دیگر حضرات کا یہ ارشاد ہے کہ کسی نبی کو جو معجزہ بھی دیا گیا ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کی نظیر عطا کی گئی' یا اس سے بھی بڑھ کر' اور صحیح احادیث میں آچکا ہے کہ سورج حضرت یوشع علیہ السلام کے لئے روکا گیا تھا' جب کہ انہوں نے جبارین سے جہاد کیا۔ پس ضروری تھا کہ ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے بھی اس کی نظیر واقع ہوتی۔ چنانچہ یہ واقعہ حضرت یوشع علیہ السلام کے واقعہ کی نظیر ہے۔"

امام ابن جوزیؒ نے اس قصہ کو موضوعات میں شمار کیا ہے' اور حافظ ابن تیمیہؒ نے بھی "منہاج السنۃ" میں بڑی شدومد سے اس کا انکار کیا ہے' حافظ ابن حجرؒ "فتح الباری" میں لکھتے ہیں:

"ردشمس کا یہ واقعہ حضرت یوشع علیہ السلام کے واقعہ سے بلیغ تر ہے' ابن جوزیؒ نے اس واقعہ کو موضوعات میں درج کرکے غلطی کی ہے۔ اسی طرح ابن تیمیہ نے اپنی کتاب میں جو روافض پر لکھی گئی' اس کو موضوع قرار دے کر غلطی کی ہے۔"

(فتح الباری ص:۲۲۲ ج:۶)

حافظ سید مرتضیٰ زبیدیؒ "شرح احیا" میں لکھتے ہیں:

"اس واقعہ کو موضوعات میں شمار کرنا ابن جوزیؒ کی زیادتی ہے۔ حافظ سخاویؒ اور حافظ سیوطیؒ نے ان پر رد کیا ہے' اور ابن جوزیؒ جس طرح صحیح احادیث کو موضوعات میں ذکر کرجاتے ہیں وہ ائمہ کو معلوم ہے' ان کی اس روش پر ان کے معاصرین نے بھی اور بعد کے حضرات نے بھی ان کی عیب چینی کی ہے' جیسا کہ حافظ عراقیؒ نے اپنی کتاب "نکت ابن صلاح" کے اوائل میں ذکر کیا ہے اور اس حدیث کو بہت سے حفاظ حدیث نے صحیح کہا ہے۔ سیوطیؒ کہتے ہیں کہ اس کے طرق کا متعدد ہونا اس کی صحت پر شاہد ہے' اس لئے ابن جوزیؒ کے قول کا کوئی اعتبار نہیں۔"

(اتحاف شرح احیا ص۱۹۲ ج۷)

بہرکیف یہ واقعہ صحیح ہے اور اس کا شمار معجزات نبویؐ میں ہوتا ہے۔ رہا آپ کا یہ کہنا کہ یہ کیسے ممکن ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز پڑھ لی ہو اور حضرت علی رضی اللہ عنہ نے نہ پڑھی ہو؟ اس کا جواب خود اسی حدیث میں موجود ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی کام سے بھیجا تھا' جب وہ اس کام سے واپس آئے تو نماز ہوچکی تھی' آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ سمجھا کہ یہ نماز پڑھ چکے ہوں گے۔

اور آپ کا یہ کہنا کہ نبی سوتا ہے تو اس کا دل جاگتا ہے' پھر نماز کیسے قضا ہوسکتی ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ نماز کے اوقات کا مشاہدہ کرنا دل کا کام نہیں بلکہ آنکھوں کا کام ہے اور نیند کی حالت میں نبی کی آنکھ سوتی ہے' دل جاگتا ہے' یہی وجہ ہے کہ لیلۃ التعریس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے رفقا کی نماز فجر قضا ہوئی۔ واللہ اعلم۔

ختمِ نبوت

ہفت روزہ

بیاد

امیر شریعت مولانا سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ
خطیب پاکستان قاضی احسان احمد شجاع آبادیؒ
مجاہد اسلام حضرت مولانا محمد علی جالندھریؒ
مناظر اسلام حضرت مولانا لال حسین اخترؒ
محدث العصر مولانا سید محمد یوسف بنوریؒ
فاتح قادیان حضرت اقدس مولانا محمد حیاتؒ
شہید اسلام حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانویؒ
ناصر ملت حضرت مولانا مفتی احمد الرحمنؒ
حضرت مولانا محمد شریف جالندھریؒ
مجاہد ختم نبوت حضرت مولانا تاج محمودؒ

جلد ۲۲ شمارہ ۳۹: ۲۸/ذوالحجہ تا ۵/محرم ۱۴۲۵ھ مطابق ۲۰ تا ۲۶/فروری ۲۰۰۴ء

سرپرست اعلیٰ
حضرت خواجہ خان محمد زید مجدہٗ

سرپرست
حضرت سید نفیس الحسینی دامت برکاتہم

مدیر اعلیٰ
مولانا عزیز الرحمن جالندھری

مدیر مسئول
محمد اکرم طوفانی

مدیر
مولانا اللہ وسایا

مجلس مشاورت
مولانا ڈاکٹر عبدالرزاق اسکندر
علامہ احمد میاں حمادی
مولانا نذیر احمد تونسوی
مولانا منظور احمد الحسینی
مولانا سعید احمد جلالپوری
صاحبزادہ طارق محمود
مولانا محمد اسماعیل شجاع آبادی
سید اطہر عظیم
سرکولیشن منیجر: محمد انور رانا
ناظم مالیات: جمال عبدالناصر شاہد
قانونی مشیران: حشمت حبیب ایڈووکیٹ، منظور احمد میو ایڈووکیٹ
ٹائٹل و تزئین: محمد ارشد خرم، محمد فیصل عرفان

اس شمارے میں

اداریہ	4
خوشگوار زندگی کیسے؟ (مولانا محمد ساجد قاسمی)	6
حالات حاضرہ اور فرمان نبویؐ (مولانا محمد ارتضاء الحسن ندوی)	11
حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ اسلام سے خلافت تک (مولانا محمد مجیب فروغ احمد)	15
مرزا غلام احمد قادیانی کے مالی معاملات (ڈاکٹر سید راشد علی)	19
اسلامی تقویم ..... سن ہجری کی ابتداء (مولانا امیر احمد قاسمی)	23
جرمنی میں اسلام کی مقبولیت (مجیب اللہ فتح پوری)	26

زر تعاون بیرون ممالک: امریکہ، کینیڈا، آسٹریلیا: ۴۰ ڈالر
یورپ، افریقہ: ۳۰ ڈالر، سعودی عرب، متحدہ عرب امارات، مشرق وسطیٰ، ایشیائی ممالک: ۲۰ امریکی ڈالر
زر تعاون اندرون ملک [illegible]
چیک، ڈرافٹ بنام ہفت روزہ ختم نبوت اکاؤنٹ نمبر 363-9 الائیڈ بینک، F921-2 بنوری ٹاؤن برانچ کراچی پاکستان ارسال کریں

لندن آفس:
35, Stockwell Green,
London, SW9 9HZ U.K.
Ph: 0207-737-8199

مرکزی دفتر حضوری باغ روڈ، ملتان
Hazori Bagh Road, Multan.
Ph: 583486-514122 Fax: 542277

دفتر جامع مسجد باب الرحمت (ٹرسٹ)
Jama Masjid Bab-ur-Rahmat (Trust)
Old Numaish M.A. Jinnah Road Karachi.
Ph: 7780337 Fax: 7780340

ناشر: عزیز الرحمن جالندھری — طابع: سید شاہد حسن — مطبع: القادر پرنٹنگ پریس — مقام اشاعت: جامع مسجد باب الرحمت ایم اے جناح روڈ کراچی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اداریہ

منکرین ختم نبوت کے نام مسلم ووٹر لسٹ سے حذف کرنے کی ہدایت

ووٹر لسٹوں کے حوالے سے گزشتہ دنوں اخبارات میں چیف الیکشن کمشنر کا ایک بیان شائع ہوا جس کی تفصیل درج ذیل ہے:

منکرین ختم نبوت کے نام مسلم ووٹر لسٹ سے حذف کرنے کی ہدایت

نشاندہی پر منکرین کے خلاف اعتراضات ۲۸/فروری تک دائر کئے جاسکتے ہیں: چیف الیکشن کمشنر

اسلام آباد (نمائندہ جنگ) چیف الیکشن کمشنر چیف جسٹس (ریٹائرڈ) ارشاد حسن خان نے واضح کیا ہے کہ جو لوگ ختم نبوت پر ایمان نہیں رکھتے ان کے نام ووٹروں کی مسلم فہرست سے حذف کردیئے جائیں گے الیکشن کمیشن نے ہفتے کو ایک بیان جاری کیا ہے جس میں لوگوں سے کہا گیا ہے کہ وہ ختم نبوت پر ایمان نہ رکھنے والے افراد کی نشاندہی کے لئے نظر ثانی افسر سے رجوع کریں۔ نشاندہی پر منکرین کے خلاف اعتراضات ۲۸/فروری تک دائر کئے جاسکتے ہیں۔ چیف الیکشن کمشنر نے اس سلسلے میں ہدایات جاری کرتے ہوئے کہا کہ اگر کسی انتخابی فہرست میں نئے اندراج کی درخواست دینے والے یا پہلے سے درج ووٹر کے خلاف افسر نظر ثانی کے پاس تیس دن کے اندر یہ اعتراض دائر کیا جاتا ہے کہ مذکورہ شخص غیر مسلم ہے تو نظر ثانی افسر ایسے شخص کو پندرہ دن کے اندر اپنے سامنے پیش ہوکر ختم نبوت پر غیر مشروط اور مکمل ایمان کے اظہار کے لئے حلف نامہ پر دستخط کرنے کو کہے گا۔ کمیشن کے بیان میں مزید کہا گیا ہے کہ اگر زیر اعتراض شخص مذکورہ بالا حلف نامہ پر دستخط کرنے سے انکار کرتا ہے تو ایسے شخص کو غیر مسلم تصور کیا جائے گا۔ اس کا نام اضافی انتخابی فہرست سے حذف کر کے غیر مسلموں (احمدیوں) کی اضافی فہرست میں درج کرنے کا حکم جاری کرے گا اگر زیر اعتراض شخص باوجود نوٹس بھجوائے جانے کے حاضر نہیں ہوتا تو اس کے خلاف یکطرفہ فیصلہ کرتے ہوئے اس کا نام مسلم فہرست سے حذف کر دیا جائے گا۔ (روزنامہ جنگ کراچی یکم فروری ۲۰۰۴ء)

ووٹر کے غیر مسلم ہونے کی شکایت پر ختم نبوت کا حلف لازمی قرار دے دیا گیا

نئی اور پرانی انتخابی فہرستوں پر اعتراضات داخل کرنے کی آخری تاریخ ۲۸/فروری مقرر کردی گئی

حلف نامے پر دستخط سے انکار کرنے والا غیر مسلم تصور کیا جائے گا' حاضر نہ ہونے پر نام مسلم فہرست سے حذف

اسلام آباد (اے این اے پی پی) چیف الیکشن کمیشن آف پاکستان نے نئی اور پرانی انتخابی فہرستوں میں کسی فرد کے غیر مسلم ہونے کی شکایت پر اس شخص کے لئے ختم نبوت پر غیر مشروط اور مکمل ایمان کے اظہار کے لئے حلف نامہ داخل کرنے کو لازم قرار دے دیا ہے۔ ہفتہ کو الیکشن کمیشن کی طرف سے جاری کی گئی پریس ریلیز کے مطابق چیف الیکشن کمشنر نے جسٹس (ر) ارشاد حسن خان نے انتخابی فہرستوں کی سالانہ نظر ثانی کے حوالے سے ہدایت جاری کرتے ہوئے کہا ہے کہ اگر کسی انتخابی فہرست میں نئے اندراج کی درخواست دینے والے یا پہلے سے درج ووٹر کے خلاف ۳۰/دن کے اندر یہ اعتراض دائر کیا جاتا ہے کہ مذکورہ شخص غیر مسلم ہے تو نظر ثانی افسر ایسے شخص کو ۱۵/دن کے اندر اپنے سامنے پیش ہوکر ختم نبوت پر غیر مشروط اور مکمل ایمان کے اظہار کے لئے مندرجہ ذیل حلف نامہ پر دستخط کرنے کو کہے گا۔ میں حلفیہ اقرار کرتا/کرتی ہوں کہ میں خاتم النبیین حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی ختم نبوت پر مکمل اور غیر مشروط طور پر ایمان رکھتا/رکھتی ہوں اور یہ کہ کسی ایسے شخص کا/کی پیروکار نہیں ہوں جو حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد اس لفظ کے کسی بھی مفہوم یا کسی بھی تشریح کے لحاظ سے پیغمبر ہونے کا دعویدار ہو اور نہ ہی میں ایسے دعویدار کو پیغمبر یا مذہبی مصلح مانتا/مانتی ہوں' نہ ہی میں قادیانی گروپ یا لاہوری گروپ سے تعلق رکھتا/رکھتی ہوں یا خود کو احمدی کہتا/کہتی ہوں۔ الیکشن کمیشن کے مطابق اگر زیر اعتراض شخص مذکورہ بالا حلف نامے پر دستخط کرنے سے انکار کرتا ہے تو ایسے شخص کو غیر مسلم تصور کیا جائے گا۔ اس کا نام اضافی انتخابی فہرست سے حذف کر کے غیر مسلموں (احمدی حضرات) کی اضافی فہرست میں درج کرنے کا حکم جاری کرے گا' اگر زیر اعتراض شخص باوجود نوٹس بھجوائے جانے کے حاضر نہیں ہوتا تو اس کے خلاف یکطرفہ فیصلہ کرتے ہوئے اس کا نام مسلم فہرست سے حذف کردیا جائے گا۔ الیکشن کمیشن کے مطابق سال ۲۰۰۲ء کے عام انتخابات کے لئے تیار کردہ انتخابی فہرست تیار کرتے ہوئے کنڈکٹ آف جنرل الیکشنز آرڈر ۲۰۰۲ء کے آرٹیکل 7C کے تحت اسی طریقہ پر عمل کیا گیا تھا۔ پریس ریلیز کے مطابق اس سلسلے میں اعتراضات افسران نظر ثانی

رجسٹریشن افسران‘ اسسٹنٹ الیکشن کمشنر یا اسسٹنٹ رجسٹریشن افسران کے پاس کسی وقت بھی دائر کئے جاسکتے ہیں۔ رجسٹریشن افسران یا اسسٹنٹ رجسٹریشن افسران کے پاس یہ اعتراضات وصول ہوتے ہیں تو وہ یہ اعتراضات نظرثانی افسران کو ارسال کریں گے جو مذکورہ بالا طریقہ کار کے مطابق ان پر فیصلہ کریں گے۔ اعتراضات داخل کرنے کی آخری تاریخ ۲۸/فروری ۲۰۰۴ء مقرر کی گئی ہے۔ الیکشن کمشنر نے وضاحت کرتے ہوئے کہا کہ جو لوگ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی ختم نبوت پر مکمل اور غیر مشروط ایمان نہ رکھتے ہوں یا آپ کے بعد کسی شخص کو نبی یا مصلح مانتے ہوں یا اس سے ملتے جلتے مفہوم پر ایمان رکھتے ہوں یا کسی ایسے شخص پر ایمان رکھتے ہوں جو خود کو نبی یا مذہبی مصلح کہتا ہو‘ کی حیثیت کا تعین ۱۹۷۳ء کے آئین پاکستان میں کیا جا چکا ہے‘ وہ برقرار رہے گا۔ (روزنامہ خبریں کراچی یکم فروری ۲۰۰۴ء)

ووٹر فارم سے ختم نبوت کا حلف نامہ ختم کرنے کے خلاف رٹ پر فیصلہ محفوظ

حلف نامے کا نوٹیفکیشن جاری کردیا گیا ہے: ڈپٹی اٹارنی جنرل‘ معاملہ کلیئر ہوچکا ہے: فاضل جج کے ریمارکس

راولپنڈی (اپنے رپورٹر سے) لاہور ہائیکورٹ راولپنڈی بینچ کے جسٹس مولوی انوار الحق نے ووٹر فہرستوں کی تیاری کے لئے جاری فارم سے عقیدۂ ختم نبوت کا حلف نامہ ختم کرنے کے خلاف رٹ پر فیصلہ محفوظ کرلیا ہے۔ رٹ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت اسلام آباد کے جنرل سیکرٹری قاری عبدالوحید قاسمی نے ڈاکٹر بابر اعوان ایڈووکیٹ کے ذریعہ دائر کی تھی۔ سماعت کے موقع پر مولانا پیر عزیز الرحمن ہزاروی کی قیادت میں علماء کرام کی ایک بڑی تعداد موجود تھی۔ سماعت شروع ہوئی تو ڈپٹی اٹارنی جنرل چوہدری محمد طارق نے عدالت کو بتایا کہ الیکشن کمیشن آف پاکستان نے حلف نامے والا نوٹیفکیشن جاری کردیا ہے۔ لہٰذا اب یہ رٹ غیر موثر ہوچکی ہے۔ ڈاکٹر بابر اعوان نے عدالت کو بتایا کہ پیش کیا جانے والا نوٹیفکیشن ۳۱/جنوری ۲۰۰۴ء کا ہے۔ ووٹ کے اندراج کے لئے جو فارم پورے ملک میں تقسیم کئے گئے ان کے ساتھ حلف نامہ نہیں ہے۔ الیکشن کمیشن والے نوٹیفکیشن بھی جاری کررہے ہیں۔ پریس ریلیز بھی جاری کررہے ہیں مگر اس پر عمل نہیں کررہے۔ عدالت عالیہ اور لوکل باڈیز کے بعد جنرل الیکشن مخلوط طرز پر ہوتے ہیں‘ نئے الیکشن رولز آنے کے بعد چونکہ متعدد اعتراضات سامنے آئے تو اس لئے موجودہ نوٹیفکیشن جاری کیا گیا ہے۔ پریس ریلیز بھی جاری کی گئی‘ ڈپٹی اٹارنی جنرل نے کہا کہ پاکستان سنی العقیدہ مسلمانوں کا ملک ہے۔ چودہ کروڑ مسلمانوں سے بار بار اس بارے میں حلف لینا کہ وہ عقیدۂ ختم نبوت پر یقین رکھتے ہیں غیر مناسب ہے جبکہ قادیانیوں کی تعداد ایک فیصد بھی نہیں۔ ڈاکٹر بابر اعوان نے کہا کہ پاسپورٹ اور دیگر اہم دستاویزات بنواتے وقت اگر ختم نبوت پر یقین کے بارے میں پوچھا جاتا ہے تو پھر ووٹ کے لئے فارم بھرتے وقت یہ حلف کیوں ضروری نہیں اور پہلے سے موجودہ حلف کیوں ختم کردیا گیا اس سے قادیانیوں کا فتنہ سر اٹھا سکتا ہے۔ الیکشن کمیشن کی ذمہ داری ہے کہ وہ مسلمانوں اور قادیانیوں کا فرق واضح طور پر برقرار رکھے۔ الیکشن کمیشن کا جاری نوٹیفکیشن محض نوٹیفکیشن نہیں بلکہ وہ قانون ہے اس کے بعد معاملہ کلیئر ہوگیا ہے۔ ڈاکٹر بابر اعوان نے کہا ہم نے عدالت کی توجہ اس لئے اس بابت کرائی ہے کہ الیکشن کمیشن کے نوٹیفکیشن پر عمل کرایا جائے اور حلف نامہ فارم کے ساتھ ہو‘ حلف نامہ پر دستخط کے بعد اگر کوئی اعتراض کرتا تھا تو پھر دوبارہ حلف دینے کے لئے کہا جاتا تھا۔ اگر عدالت الیکشن کمیشن کی طرف سے جاری فارم جو ووٹ بنانے کے لئے تقسیم کئے گئے ہمراہ ختم نبوت کا حلف نامہ شامل کروادے تو یہ مسئلہ حل ہوسکتا ہے۔ ڈپٹی اٹارنی جنرل نے کہا کہ الیکشن کمیشن نے جب حلف نامہ بنایا تو باقاعدہ طور پر مجلس تحفظ ختم نبوت کے رہنما مولانا منظور احمد چنیوٹی کو یہ حلف نامہ دیا گیا۔ جنہوں نے اس پر دستخط بھی کئے۔ قاری عبدالوحید قاسمی سے مشورے کے بعد ڈاکٹر بابر اعوان نے کہا کہ پٹیشنر کا کہنا ہے کہ مولانا منظور احمد چنیوٹی نے دستخط نہیں کئے۔ عدالت نے بعد ازاں فیصلہ محفوظ کرلیا۔ کمرۂ عدالت میں مولانا پیر عزیز الرحمن ہزاروی‘ شیخ الحدیث مولانا عبدالرؤف‘ مولانا حسین احمد‘ حکیم محمد یونس‘ مولانا اویس‘ مولانا مبارک احمد‘ محمد اویس عزیز‘ قاری حفیظ الرحمن مکی‘ مولانا سید امین شاہ‘ مولانا امداد اللہ‘ مولانا سید عارف حسین‘ مولانا معاذ احمد‘ مولانا محمد ابوبکر صدیق‘ مولانا محمد عثمان‘ مفتی عبدالرشید‘ حافظ صغیر احمد‘ مولانا عتیق الرحمن‘ مولانا ذوقی الرحمن ہزاروی‘ مولانا قاری ذکی‘ مولانا ممتاز احمد‘ مولانا عبدالسلام‘ مولانا سید الرحمن‘ مولانا عطاء الرحمن بھی موجود تھے۔ (روزنامہ خبریں کراچی ۱۷/فروری ۲۰۰۴ء)

اس بارے میں عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کا اصولی موقف یہ ہے کہ سابقہ تمام ووٹر لسٹ فارم جن میں عقیدۂ ختم نبوت کا حلف نامہ شامل نہیں انہیں تلف کردیا جائے اور ان کی بجائے نئے ووٹر لسٹ فارم شائع کئے جائیں جن میں سابقہ ووٹر لسٹ فارم اور پاسپورٹ فارم وغیرہ کی طرح عقیدۂ ختم نبوت کا حلف نامہ واضح طور پر موجود ہو۔ موجودہ صورت حال میں حکومت کو چاہئے کہ وہ کسی لیت ولعل سے کام نہ لے کیونکہ نازک مذہبی معاملہ ہے اور پاکستان کے کروڑوں مسلمانوں کے مذہبی جذبات اس سے وابستہ ہیں۔ اس لئے حکومت کو فوری طور پر نئے ووٹر لسٹ فارم شائع کراکر ان کے تحت نئی ووٹر لسٹیں بنوائی جائیں تاکہ مسلمانوں اور قادیانیوں کے درمیان امتیاز واضح ہوسکے اور قادیانی چالبازی سے کام لے کر مسلمانوں کی حیثیت سے اپنے ناموں کا اندراج ووٹر لسٹوں میں نہ کراسکیں۔

خوشگوار زندگی کیسے؟

مولانا محمد ساجد قاسمی

دورِ حاضر میں مادیت کا دور دورہ ہے' اذہان و افکار پر مادیت کی بالادستی ہے' لوگوں کے یہاں' راحت و آرام' نفع و نقصان اور مصائب و آلام کے پیمانے بھی مادی ہیں' وہ ہر چیز کو مادیت کے اوچھے پیمانے سے ناپتے ہیں اور اس سے کامیابی و ناکامی اور سود و زیاں کا اندازہ لگاتے ہیں' یہی وجہ ہے کہ آج کا انسان سب سے زیادہ نفسیاتی اضطراب اور داخلی بے چینی کا شکار ہے' ناصبوری و ناشکیبائی موجودہ دور کی نمایاں خصوصیت ہے۔ اس دنیا میں سکون قلب کس طرح حاصل ہو؟ اضطراب و بے چینی کو کس طرح ختم کیا جائے؟ کن اسباب و عوامل سے اپنی زندگی کو خوشگوار بنانا ممکن ہے؟ ذیل میں انہیں اسباب و عوامل کو ہم تفصیل سے بیان کریں گے۔

ایمان اور عمل صالح:

یہ ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ مادی وسائل سے سکون قلب حاصل نہیں کیا جاسکتا' جب تک آدمی اس زندگی اور کائنات کے تئیں اپنا تصور نہیں بدلتا اور روحانی قدروں کو نہیں مانتا' اس وقت تک اسے سکون قلب اور خوشگوار زندگی میسر نہیں آسکتی' اس کے لئے یہ اعتراف ناگزیر ہے کہ اس زندگی کے بعد ایک اور زندگی ہے' اس زندگی کے اعمال و کردار کا اگلی زندگی سے انتہائی گہرا رشتہ ہے' اس دنیا میں "عمل" اور "جزائے عمل" دونوں کی گنجائش نہیں' یہ صرف "عمل" کی دنیا ہے اور وہ صرف "جزائے عمل" کی دنیا۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

"جس مرد یا عورت نے عمل صالح کیا جب کہ وہ مومن ہے تو ہم اسے خوش گوار زندگی دیں گے اور ہم انہیں ان کے اعمال کا بہترین بدلہ دیں گے۔"

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے وعدہ کیا ہے کہ جو شخص ایمان اور عمل صالح سے بہرہ مند ہوگا' تو اسے دنیا میں خوشگوار زندگی اور آخرت میں بہترین بدلے سے نوازا جائے گا۔

اس کا سبب بالکل واضح ہے کیونکہ مرد مومن کے پاس کچھ اصول اور ضابطے ہوتے ہیں جن کے تحت وہ دنیا کی مسرت و شادمانی اور اس کے رنج و غم کا سامنا کرتا ہے' وہ خوشی و مسرت کے مواقع کو مثبت انداز میں لیتا ہے' ان پر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتا ہے' ان سے فائدہ اٹھاتا ہے' جب وہ ان مواقع کو اس زاویہ نظر سے لیتا ہے تو اس کو ان پر خوشی' ان کے بقا و استمرار کی خواہش اور ثواب کی امید وغیرہ ایسی چیزیں حاصل ہوتی ہیں جو بجائے خود ان مسرت آگیں مظاہر سے بڑھی ہوئی ہوتی ہیں۔

نیز وہ تکلیف دہ اور مضرت رساں مواقع اور غم واندوہ کے مظاہرہ کا ممکن حد تک پامردی سے مقابلہ کرتا ہے' وہ ان کی سنگینی کو کم کرنے کی کوشش کرتا ہے' اور ناگفتہ بہ حالات میں صبر و شکر کا مظاہرہ کرتا ہے' اس طرح اسے ان مواقع میں بھی قوت برداشت' تجربات' صبر اور اجر و ثواب حاصل ہوتا ہے' پھر اس کے لئے یہ تکلیف دہ مظاہر بھی مسرت انگیز مواقع میں تبدیل ہوجاتے ہیں' اسی کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک حدیث میں اس طرح بیان فرمایا:

"مومن کا معاملہ بھی حیرت انگیز ہے اس کا تو ہر حال میں فائدہ ہی فائدہ ہے اگر اسے خوشی میسر آتی ہے اور وہ اس پر اللہ کا شکر ادا کرتا ہے تو یہ اس لئے خیر کا سامان ہے' اور اگر اسے تکلیف کا سامنا ہوتا ہے اور وہ اس پر صبر کرتا ہے تو بھی یہ اس کے لئے بہتر ہے' یہ صرف مومن کا امتیاز ہے۔"

آپ دیکھیں گے کہ دو آدمی خیر و شر کے سانحات سے دوچار ہوتے ہیں' ان کے تئیں دونوں کے رویے میں بڑا فرق ہوتا ہے' اس کی وجہ ان کے ایمان و یقین کا فرق مراتب ہے۔ چنانچہ ایمان و یقین کا حامل شخص ان مواقع میں صبر و شکر سے کام لیتا ہے' اس طرح اسے خوشی و مسرت حاصل ہوتی ہے اور اس کا رنج و غم ہلکا ہوتا ہے' دنیا میں سکون زندگی ملتا ہے اور آخرت میں اجر و ثواب۔

ایک دوسرا آدمی خوشی کے مواقع میں اتراہٹ' سرکشی اور ناشکری پر اتر آتا ہے' وہ اکثر اوقات پریشان خیال اور پراگندہ خاطر رہتا ہے' وہ ڈرتا ہے کہ کہیں اس کی یہ مرغوبات ختم نہ ہو جائیں' نیز انسانی

نفس کسی ایک حد پر جا کر نہیں رکتا بلکہ اس کی طرف سے ہر دم "ھل من مزید" کی صدا آتی ہے رہتی ہے اس کو یہ مرغوبات حاصل ہو جاتی ہیں اور کبھی وہ ان سے محروم رہتا ہے اگر وہ اسے حاصل بھی ہو گئیں تو وہ ان کی بقا و دوام کے لئے پریشان رہتا ہے۔

نیز وہ مصائب کے وقت پریشان ہو جاتا ہے اسے زندگی تاریک نظر آنے لگتی ہے وہ فکری و اعصابی امراض کا شکار ہو جاتا ہے خوف و اندیشہ سے اس کی بہت بری حالت ہو جاتی ہے اس لئے کہ وہ ان مواقع میں اجر و ثواب کی امید نہیں رکھتا اور نہ ان کے مقابلے کے لئے اس کے پاس صبر کی طاقت ہے۔

یہ سب مشاہداتی چیزیں ہیں اگر لوگوں کے حالات میں غور کیا جائے تو اندازہ ہو جائے گا کہ مرد مومن اور غیر مومن میں بڑا فرق ہے دین آدمی کو قناعت اور تسلیم و رضا کا پابند بناتا ہے چنانچہ اگر کوئی مومن بیمار ہوتا ہے یا فقر و فاقہ سے دوچار ہوتا ہے یا اس طرح کی اور کسی چیز کا اسے سامنا ہوتا ہے تو وہ اپنے ایمان و یقین اور تسلیم و رضا کی طاقت سے اسے برداشت کر لیتا ہے اسی طرح وہ کوئی ایسی چیز حاصل کرنے کی کوشش نہیں کرتا جس کا پانا ناممکن ہو وہ دنیوی معاملات میں اپنے سے کم درجہ لوگوں کو دیکھتا ہے دینی معاملات میں اپنے سے اونچے درجے کے لوگوں کو دیکھتا ہے اس لئے اس کی خوشی و مسرت اور راحت و آرام اس شخص سے زیادہ ہو جاتی ہے جس کو دنیا کے تمام وسائل و اسباب حاصل ہیں لیکن قناعت کی دولت سے محروم ہے۔

جو آدمی ایمان کی دولت سے بہرہ مند نہیں ہے اگر وہ فقر و فاقہ کے ساتھ سے دوچار ہوتا ہے یا دنیوی مقاصد کی تکمیل میں اسے ناکامی ہوتی ہے تو اس کا سکون و اطمینان مکدر ہو جاتا ہے اور اس کی نبض حیات ڈوبنے لگتی ہے۔

ایک مومن کا مشکل سے مشکل ترین حالات میں دل مطمئن رہتا ہے داخلیت پرسکون رہتی ہے وہ ناگہانی حوادث کے تئیں اپنے ذہن و فکر کو استعمال کرکے مناسب تدبیر کرتا ہے اور اس کے تئیں برداشت کا رویہ اپناتا ہے۔ لیکن ایک غیر مومن کا حال اس سے بالکل مختلف ہے جب اسے مشکل حالات کا سامنا ہوتا ہے تو اس کا دل اکھڑ جاتا ہے اس کے اعصاب جواب دینے لگتے ہیں وہ پریشان خیالی کا شکار ہو جاتا ہے اندیشے اس کے دامنگیر رہتے ہیں خارجی خوف اور داخلی بے چینی دونوں اس پر مسلط ہو جاتے ہیں ایسے لوگوں کے درد کا درماں اگر جلد نہ کیا جائے تو ان کے قویٰ ماند پڑ جاتے ہیں کیونکہ وہ ایمان کی دولت سے ناآشنا ہے جو نازک حالات میں صبر کا سرچشمہ ہے۔

یوں تو مومن اور غیر مومن اور نیک و بد سب ہی قوت برداشت میں شریک ہیں سب کے اندر ایسی صلاحیت موجود ہے جو حالات کی شدت کم کرے اور انہیں برداشت کی سطح تک لے آئے لیکن مرد مومن کی قوت برداشت اس کے ایمان و یقین صبر و تحمل اور احتساب و توکل کے حوالے سے کہیں زیادہ ہے ان چیزوں کی وجہ سے اس کی قوت برداشت غیر معمولی حد تک پہنچ جاتی ہے خوف و ہراس کا دباؤ کم رہتا ہے مشکلات آسان ہو جاتی ہیں۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

"اگر تم لوگوں کو تکلیف پہنچی ہے تو انہیں بھی تکلیف پہنچی ہے تم لوگ اللہ تعالیٰ سے ایسی چیز کی امید رکھتے ہو جس کی وہ نہیں رکھتے۔"

پریشان کن حالات میں اللہ تعالیٰ کی مدد اور اس کا فضل ان کے شامل حال ہوتا ہے ان حالات کا ان پر کوئی خاص اثر نہیں ہوتا۔

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

"واصبروا ان اللہ مع الصابرین."

ترجمہ: "صبر کرو اللہ تعالیٰ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے۔"

لوگوں کے ساتھ حسن سلوک:

رنج و الم اور قلق و اضطراب کے ازالے کا ایک طریقہ لوگوں کے ساتھ اپنے کردار و گفتار سے حسن سلوک اور احسان ہے اس سے اللہ تعالیٰ ہر نیک و بد سے رنج و الم کو دور کر دیتا ہے لیکن مرد مومن کی خصوصیت یہ ہے کہ اسے اس سے زیادہ فائدہ ہوتا ہے وہ لوگوں کے ساتھ نیکی کرتا ہے اس پر وہ اللہ تعالیٰ سے ثواب کی امید رکھتا ہے ثواب کی امید پر اس کے اخلاص و احتساب کی وجہ سے اللہ تعالیٰ اس کی پریشانیوں کو دور کر دیتا ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

"زیادہ سرگوشی سے کوئی فائدہ نہیں مگر اس شخص کے لئے جو صدقہ احسان اور باہمی صلح و آشتی کا حکم دے جس نے یہ اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کے لئے کیا تو ہم اسے عظیم بدلہ عطا کریں گے۔"

اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ یہ اعمال اچھے ہیں خیر خیر کا سبب بنتی ہے اور شر کو دور کرتی ہے اللہ تعالیٰ ثواب کی امید رکھنے والے بندے کو اجر عظیم عطا فرمائیں گے انہیں میں رنج و الم کا ازالہ اور سکون و اطمینان ہے۔

کام میں اشتغال:

کلفت و اضطراب کے دور کرنے کا ایک طریقہ یہ ہے کہ کسی کام میں مشغول ہوجایا جائے' اس سے وہ ان حالات مواقع سے یا تو غافل ہوجائے گا یا بھول جائے گا' اس طرح اسے سکون حاصل ہوگا' اس کی عملی سرگرمی میں اضافہ ہوگا' اس میں بھی مومن اور کافر دونوں ہی شریک ہیں' لیکن ایک مومن کی مصروفیت اس کے ایمان و یقین اور صبر و توکل کے حوالے سے دوسری نوعیت رکھتی ہے' اگر اس کی مصروفیت عبادت ہے تو کیا خوب! اور اگر دنیاوی کام ہے تو بھی وہ نیک نیتی سے عبادت میں تبدیل ہوجائے گا' غم واندوہ کے ازالے میں اس کا غیر معمولی اثر ہے' چنانچہ کتنے ایسے لوگ ہیں جو حالات سے دوچار ہوئے' اس کے نتیجے میں بہت سی بیماریوں کا شکار ہوگئے' ایسے لوگوں کے لئے سب سے مفید دوا یہی تجویز کی گئی کہ وہ غم انگیز مظاہر کو بھلادیں۔

آج کے کام پر توجہ:

حزن وغم کے ازالے کا ایک طریقہ یہ ہے کہ اس دن کے کام پر پوری توجہ مرکوز کی جائے' آئندہ کے بارے میں نہ سوچا جائے' گزرے ہوئے واقعات سے توجہ بالکل ہٹالی جائے' اسی لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے "غم اور حزن" سے پناہ مانگی ہے' حزن گزرے ہوئے واقعات وحالات پر افسوس کرنا جن کا تدارک ممکن نہیں' جب کہ "غم" مستقبل سے متعلق اندیشہ ہائے بیجا کو سوچ کر جی کھونا۔

لہٰذا آدمی کو چاہئے کہ پوری توجہ اور محنت کے ساتھ "آج" کی فکر کرے' اس طرح اس کے موجودہ کاموں کی تکمیل ہوگی' اور اسے غم واندوہ سے نجات حاصل ہوگی۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب کوئی دعا کرتے یا امت کو کسی دعا کی ہدایت فرماتے تو اللہ تعالیٰ سے استعانت کے ساتھ' اس کے حصول کے لئے محنت ومشقت کی بھی ترغیب دیتے' دعا عمل سے ملی ہونی چاہئے' لہٰذا آدمی کو دینی یا دنیاوی مقصد کے حصول کے لئے محنت کرنی چاہئے' اور اس میں کامیابی کے لئے اللہ تعالیٰ سے دعا بھی کرنا چاہئے' جیسا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

"اپنے مفید کاموں کے لئے کوشاں رہو' اللہ تعالیٰ کی مدد کے خواستگار رہو' عاجزی کا مظاہرہ مت کرو' اگر کسی قسم کی کوئی رکاوٹ پیش آجائے تو یہ مت کہو: اگر میں ایسا کرلیتا تو ایسا ہوجاتا' بلکہ کہو: اللہ تعالیٰ نے جو مقدر کیا وہ ہوا' کیونکہ "اگر مگر" سے شیطانی کام شروع ہوجاتا ہے۔"

مذکورہ بالا حالات میں دو باتیں بتلائی گئیں:

ایک یہ کہ کچھ چیزیں ایسی ہیں کہ آدمی ان کے حصول کی کوشش کرتا ہے اور ان کا حصول ممکن بھی ہے تو ایسی چیزوں کے حاصل کرنے کے لئے آدمی کو کوشش کرنی چاہئے اور اللہ تعالیٰ سے دعا بھی کرنی چاہئے۔

دوسرے کچھ ایسی چیزیں ہوتی ہیں جن میں کوشش اور محنت کے باوجود کامیابی ممکن نہیں' لہٰذا ایسی چیزوں میں آدمی کو اپنا پتا پانی نہیں کرنا چاہئے' اس اصول پر چل کر رنج وغم سے چھٹکارا ممکن ہے۔

یادِ خدا:

قلبی سکون واطمینان حاصل کرنے کا ایک اہم ذریعہ یادِ خدا ہے' اس کا غم واندوہ کے ازالے اور قلبی انبساط میں حیرت انگیز اثر ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

"الا بذکر اللہ تطمئن القلوب"

ترجمہ: "اللہ کی یاد سے دلوں کو سکون واطمینان ملتا ہے۔"

ظاہری وباطنی نعمتوں کا تذکرہ:

اللہ تعالیٰ کی ظاہری وباطنی نعمتوں کا تذکرہ کرنا' انہیں یاد کرنا' یہ ایک ایسی چیز ہے' جس سے رنج وغم ہلکا ہوتا ہے' شکر کی توفیق ہوتی ہے' ایسے حالات میں شکر کرنا بہت بڑی بات ہے' خواہ آدمی فقر وفاقہ سے دوچار ہو یا کسی بیماری میں مبتلا ہو اگر وہ اللہ کی دی ہوئی بے شمار نعمتوں اور اپنی افتاد کے درمیان تقابل کرے تو اس مصیبت اور ان بے انتہا نعمتوں کے درمیان کوئی تناسب نہیں پائے گا۔

اگر اللہ تعالیٰ کسی کو مصائب میں مبتلا کریں اور وہ اس تسلیم ورضا کا مظاہرہ کرے تو اس کے لئے وہ مصائب آسان ہوجاتے ہیں' کیونکہ تسلیم ورضا اور اجر وثواب کی امید سے تلخ چیزیں بھی شیریں ہوجایا کرتی ہیں۔

اپنے سے کم درجہ لوگوں کو دیکھو:

ایسے موقع میں آدمی کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اس ہدایت پر کاربند ہونا چاہئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"اپنے سے کم درجے کے لوگوں کو دیکھو' اپنے سے بلند درجے کے لوگوں کو نہ دیکھو' اس سے فائدہ یہ ہوگا کہ تم اللہ تعالیٰ کی نعمت کو حقیر نہیں سمجھوگے۔"

اگر آدمی اس چیز کو پیش نظر رکھے تو وہ اپنے آپ کو بہت سے لوگوں سے اچھا پائے گا' وہ دیکھے گا کہ اسے بے شمار لوگوں کے مقابلے میں عافیت اور روزی میسر ہے' اس طرح رنج وغم ہلکا ہوگا اور اللہ تعالیٰ

[redacted]

کی نعمتوں کو یاد کر کے شکر کی توفیق ہوگی۔

ماضی کے غم کو بھلانے کی کوشش کی جائے:

ایک طریقہ یہ ہے کہ ماضی کے غم انگیز واقعات (جن کی تلافی ممکن نہیں) بھلانے کی کوشش کی جائے' ان کے بارے میں سمجھا جائے کہ ان میں ذہن لگانا فضول ہے' بلکہ ایک قسم کا جنون' ان سے ذہن ہٹانے کی کوشش کی جائے' نیز مستقبل میں پیش آنے والے موہوم واقعات میں بھی سر نہ کھپایا جائے۔ مستقبل کے حالات کے بارے میں یہ ذہن میں رکھا جائے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے قبضہ قدرت میں ہیں' انسان کی دسترس سے باہر ہیں' انسان صرف خیر کے حصول اور شر کے دفع کرنے کی کوشش کرسکتا ہے۔

انسان اگر مستقبل کے واقعات کے تئیں پریشان ہونے کے بجائے' اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کرے تو اس کا دل مطمئن رہے گا' اور حالات درست ہوجائیں گے رنج و غم دور ہوجائے گا۔

دعائے نبوی:

مستقبل کے امور کو پیش نظر رکھ کر یہ دعا پڑھنی چاہئے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ دعا پڑھا کرتے تھے:

"اے اللہ! آپ میرے دین کو درست کردیجئے جو میری اصل پونجی ہے' میری دنیا درست کردیجئے جس میں میری رہائش ہے' میری آخرت درست کردیجئے جو میرا آخری ٹھکانہ ہے' میری زندگی کو میرے لئے ہر خیر میں اضافے کا ذریعہ بنا اور میری موت کو میرے لئے ہر شر سے راحت کا سامان بنا۔"

آپ صلی اللہ علیہ وسلم یہ دعا بھی پڑھا کرتے تھے:

"اے اللہ! میں آپ کی رحمت کا امیدوار ہوں' اس لئے مجھے ایک لمحہ کے لئے بھی میری ذات کے حوالے مت کرنا' میرے تمام معاملات درست فرمادیجئے' آپ کے علاوہ کوئی عبادت کے لائق نہیں۔"

اگر آدمی یہ دعا حضور قلب' اخلاص نیت اور مقصد کے لئے کوشش کے ساتھ پڑھے تو اللہ تعالیٰ اس کی دعا قبول فرمائیں گے' اور اس کا غم خوشی و مسرت میں تبدیل ہوجائے گا۔

صورت حال کی انتہائی شکل کا تصور:

ہموم و غموم دور کرنے کا ایک طریقہ یہ ہے کہ کسی مصیبت کے وقت آدمی اسے معاملے کی سب سے انتہائی صورت حال فرض کرلے' پھر اپنے آپ کو اس کے برداشت کرنے کا عادی بنائے' اس کے بعد اپنی قوت برداشت اس مصیبت کی سطح تک لے آئے' اس طرح اس مصیبت کو انگیز کرنا آسان ہوجائے گا۔

اسی طرح اگر آدمی کو بیماری اور فقر و فاقہ کے حالات کا سامنا ہو تو یہ سب چیزیں برداشت کرنا چاہئے' بلکہ اس سے بڑھ کر اپنے آپ کو برداشت کا عادی بنانا چاہئے' اگر وہ اپنے آپ کو عادی بنالیتا ہے تو ان کا برداشت کرنا آسان ہوجائے گا۔

قوت ارادی:

دل کی اعصابی بیماریاں بلکہ جسم کی تمام اعصابی بیماریوں کا علاج یہ ہے کہ قوت ارادی کو پختہ کیا جائے' اپنے آپ کو خیالات و اوہام کے حوالے سے بچایا جائے۔

غصہ' پریشان خیالی' مکروہات کے وقوع اور مرغوبات کے زوال کا اندیشہ' یہ وہ چیزیں ہیں جن سے آدمی مبتلائے ہموم و غموم ہوجاتا ہے' قلبی و جسمانی بیماریوں کا شکار ہوجاتا ہے' اس کی اعصابی قوت جواب دے جاتی ہے' اس کی زندگی میں مشاہدہ کیا جاسکتا ہے۔

آدمی اگر اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کرے' اپنے آپ کو مبتلائے اوہام نہ ہونے دے' اللہ تعالیٰ کے فضل کا خواستگار رہے تو اس کے ہموم و غموم اور جسمانی اور قلبی بیماریاں از خود دور ہوجائیں گی اور دل میں ناقابل بیان حد تک سکون و اطمینان اور مسرت و انبساط محسوس ہوگا' کتنے ہسپتال اوہام اور پراگندہ خیالی کے مریضوں سے بھرے ہوئے ہیں' ان چیزوں نے کمزور تو کجا کتنے طاقتور لوگوں کے دلوں کو غیر معمولی حد تک متاثر کرکے چھوڑا' کتنے لوگ ان کی وجہ سے پاگل ہوگئے۔

ایسے حالات میں وہی لوگ بعافیت رہ سکتے ہیں جن کی توفیق الٰہی یاوری کرے' جو حوصلہ باقی رکھنے والے اسباب اختیار کریں اور قلق و اضطراب سے اپنا پیچھا چھڑائیں۔ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

"ومن یتوکل علی اللہ فھو حسبہ"

ترجمہ: "جو شخص اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کرے تو اللہ تعالیٰ اس کے لئے کافی ہے۔"

اللہ تعالیٰ پر اعتماد کرنے والے کا دل طاقتور رہتا ہے' توہمات اس پر اثر انداز نہیں ہوتے' حوادث کے وقوع سے وہ بے چین نہیں ہوتا' کیونکہ اسے معلوم ہے کہ خوف و بے اطمینانی سے کوئی فائدہ نہیں' توکل کرنے والے کی اللہ تعالیٰ نے ذمہ داری لے رکھی ہے' وہ اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کرتا ہے' اس کے وعدے پر مطمئن رہتا ہے' اس طرح اس کا اضطراب و خوف سکون اور اطمینان میں بدل جاتا ہے۔

خوشگوار تعلقات کس طرح قائم ہوں؟

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

"کوئی مرد مومن اپنی بیوی سے ناراض نہ ہو اگر اسے اس کی ایک خصلت پسند نہیں ہے تو دوسری خصلت پسند ہوگی"۔

اس حدیث میں بتلایا گیا ہے کہ آدمی کو اپنے متعلقین سے کس طرح معاملہ کرنا چاہئے؟ مناسب ہے کہ آدمی اپنا یہ ذہن بنائے کہ ان کے اندر کوئی عیب یا نقص یا ناپسندیدہ خصلت بھی ہو سکتی ہے، پھر اگر ایسا ہو تو ان کی خوبیوں اور ان کی ذات سے وابستہ مقاصد اور ان عیوب و نقائص کے درمیان موازنہ کیا جائے اور ان خوبیوں اور مقاصد کی وجہ سے تعلق برقرار رکھنے کی اہمیت پر غور کیا جائے اس طرح عیوب سے چشم پوشی اور خوبیوں کو پیش نظر رکھ کر تعلق قائم رکھنا ممکن ہوگا۔

خوشگوار تعلقات برقرار رکھنے کے لئے ضروری ہے کہ حقوق کی پاسداری کی جائے، متعلقین کے جذبات اور راحت و آرام کا خیال رکھا جائے، جو شخص ان نبوی ہدایات پر کاربند نہیں ہوگا، بلکہ عیوب کو پیش نظر رکھے گا اور خوبیوں سے صرف نظر کرے گا، تو ایسے آدمی کا پریشان رہنا ضروری ہے اس کے اپنے متعلقین کے ساتھ بھی خوشگوار تعلقات قائم نہیں ہو سکتے اس کے نتیجہ میں حقوق کی پامالی مستزاد ہے۔

کتنے ایسے باہمت لوگ ہیں جو مصائب و مشکلات میں مکمل صبر و ضبط کا مظاہرہ کرتے ہیں لیکن اپنے متعلقین کی طرف سے معمولی واقعات کے پیش آنے سے پریشان ہو جاتے ہیں اس کی وجہ یہ ہے کہ انہوں نے اپنے آپ کو صرف بڑے واقعات کے برداشت کا عادی بنایا، آدمی کو چاہئے کہ وہ اپنے آپ کو ہر قسم کے حالات و واقعات کے مقابلے کا عادی بنائے۔

خوشی و مسرت کے محدود ایام:

ہوشیار آدمی جانتا ہے کہ حقیقی زندگی خوشی و مسرت کی زندگی ہے، اور اس طرح کی زندگی بہت محدود ہے اس لئے رنجیدہ ہو کر اسے خراب نہیں کرنا چاہئے، خیال کرنا چاہئے کہ کہیں زندگی رنج و غم کی شکار نہ ہو جائے۔

لوگوں کی تکلیف دہ باتوں پر بالکل توجہ نہ دی جائے اس طرح اس کا نقصان خود اس آدمی کو ہوگا جس نے وہ باتیں کہی ہیں، اگر آپ نے ان کی طرف توجہ دی یا اپنے جذبات پر قابو نہیں رکھا تو آپ بھی اس کی مضرت سے بچ نہیں سکتے۔

یہ بات ذہن نشین رکھنی چاہئے کہ زندگی افکار و خیالات کے تابع ہے، اگر آپ کے خیالات اچھے ہیں، دین و دنیا میں ان سے فائدہ ہوگا تو کہا جا سکتا ہے کہ آپ کی زندگی اچھی ہے، اگر آپ کی سوچ صحیح نہیں ہے تو معاملہ اس سے مختلف ہوگا۔

آدمی اپنے آپ کو اس بات کا خوگر بنائے کہ اسے احسان کا بدلہ اللہ کے علاوہ کسی سے نہیں چاہئے اور نہ کسی کے شکریہ اور ستائش کی توقع رکھے چنانچہ آپ اگر کسی کے ساتھ احسان کریں تو یہ سمجھ لیں کہ یہ آپ کا معاملہ اللہ سے ہے، جس کے ساتھ احسان کیا گیا اس کے شکریے کی طرف کوئی توجہ نہ دی جائے۔

قرآن کریم کی اس آیت پر کاربند ہوا جائے، جس میں کہا گیا:

"ہم تو تمہیں صرف اللہ کے لئے کھانا کھلاتے ہیں، تم سے کوئی بدلہ اور شکریہ نہیں چاہتے"۔

اہل و عیال اور قریبی متعلقین کے ساتھ معاملے میں یہی اصول اپنانا چاہئے، اگر آپ اس اصول پر عمل پیرا ہوتے ہیں تو آپ کو بھی سکون ملے اور آپ کے متعلقین کو بھی۔

کاموں کی انجام دہی میں نفسیاتی محرک اختیار کیا جائے، اس میں تکلف نہ برتا جائے، بہت سے کام ایسے ہیں کہ اگر ان کے لئے پیچ دار راستہ اختیار کیا جائے تو وہ ہاتھ نہیں آتے، ہمیشہ واقعات و مسائل کے اچھے پہلوؤں کو لیا جائے۔

مفید کاموں کو اپنے پیش نظر رکھا جائے، ان کو بروئے کار لانے کی ہر ممکن کوشش کی جائے۔ مضر اور نقصان دہ کاموں سے دور رہا جائے، اہم کاموں کی انجام دہی کے لئے قوت ارادی کو مہمیز کرتے رہنا چاہئے۔

کاموں کو اپنے وقت پر نمٹایا جائے، اگلے وقت کے لئے فارغ رہا جائے، کیونکہ ہر وقت اپنے ساتھ مصروفیتیں لاتا ہے، اگر کاموں کو وقت پر نہ نمٹایا گیا تو یہ کام جمع ہو جائیں گے اور اگلے کام میں شامل ہو جائیں گے چنانچہ ان کاموں کا دباؤ بڑھے گا اگر ہر کام وقت پر نمٹایا جائے تو آنے والے کاموں کا قوت فکر اور قوت عمل سے نمٹنا ممکن ہوگا۔

مفید کاموں میں "اہم" اور "اہم ترین" کا اصول اپنانا چاہئے، خاص طور پر اس کام کو ترجیح دینا چاہئے، جس کی طرف دل کا رجحان ہو، ورنہ اس کے خلاف کرنے سے سستی اور اکتاہٹ پیدا ہوگی، غور و فکر اور مشورے سے کاموں کا انتخاب کیا جا سکتا ہے اگر مشورے کے بعد کسی کام میں ناکامی بھی ہوئی تو افسوس نہیں ہوگا، جو کام کرنے کا ارادہ ہو تو پہلے اس کا خوب جائزہ لے لیا جائے، اگر اس میں کوئی فائدہ نظر آئے تو اللہ تعالیٰ کا نام لے کر شروع کر دینا چاہئے۔

☆☆..........☆☆

حالات حاضرہ اور فرمان نبوی صلی اللہ علیہ وسلم

مولانا محمد ارتضاء الحسن رضی

"حضرت معاذؓ ابن انسؓ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی نقل فرماتے ہیں کہ برابر امت شریعت پر قائم رہے گی جب تک کہ ان میں تین باتیں ظاہر نہ ہو جائیں: (۱) جب تک ان سے علم دین سمیٹ نہ لیا جائے' (۲) اور جب تک کہ ان میں ناجائز اولاد کی کثرت نہ ہو جائے' (۳) جب تک کہ ان میں گالی بکنے والے ظاہر نہ ہو جائیں۔ صحابہ کرامؓ نے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول! گالی بکنے والوں سے کیا مراد ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ آخر زمانہ میں ایسے لوگ ہوں گے کہ جب آپس میں ملاقات کریں گے تو ان کا سلام گالی گلوچ ہوگا۔" (مستدرک حاکم ۴/۴۴۳' مسند احمد ۳/۴۳۹' طبرانی ۲۰/۱۹۵)

مذکورہ بالا حدیث پاک میں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ تین خرابیاں ایسی ہیں کہ جب تک وہ امت مسلمہ میں نمودار نہیں ہوں گی' امت شریعت مطہرہ پر قائم اور احکام الٰہیہ پر عمل پیرا رہے گی اور جس دن امت میں ان خرابیوں کا ظہور ہو گیا' اسی دن سے امت (مجموعی اعتبار سے) جادۂ حق سے بھٹک جائے گی اور استقامت کا دامن ہاتھ سے چھوٹ جائے گا۔ حدیث شریف کا طرز تعبیر بتاتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان باتوں کی پیشگوئی فرما رہے ہیں' لہٰذا ہمیں چاہئے کہ ان امور کا تجزیہ کریں اور حالات حاضرہ کا جائزہ لیں کہ کس حد تک یہ خرابیاں موجودہ دور میں پائی جا رہی ہیں؟ تاکہ ہر ایک اپنا اور اپنے معاشرہ کا محاسبہ کرے اور بذات خود ان سے بچنے نیز بقدر امکان معاشرہ کو ان خرابیوں سے پاک و صاف کرنے کی کوشش کرے۔

۱: علم سمیٹ لیا جائے گا:

ایک دوسری حدیث میں ارشاد نبویؐ ہے کہ علامات قیامت میں سے علم کی کمی اور جہالت کی زیادتی کا ہونا ہے۔ (بخاری شریف ص ۱۸' العلم' رفع العلم)

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیان کردہ یہ خرابی عصر رواں میں کس درجہ پائی جا رہی ہے؟ اس کا اندازہ ہر سنجیدہ اور عقل مند شخص بخوبی لگا سکتا ہے۔ آج ہم بظاہر علم کے سلسلہ میں بہت ترقی کر رہے ہیں لیکن اگر غور کریں تو یہ ترقی محض وسائل میں ہو رہی ہے علم میں نہیں' وسائل علم اس دور میں اتنے ہو گئے ہیں کہ ماضی کی چودہ سو سالہ تاریخ میں اس کی کوئی نظیر نہیں ملتی بلکہ دور دور تک کوئی تقابل ہی نہیں ہے' اگر طباعت کے اعتبار سے دیکھیں تو حدیث' فقہ' تفسیر اور جملہ فنون میں متقدمین اور متاخرین کی اتنی کتابیں منظر عام پر آ گئیں اور روز بروز آ رہی ہیں کہ جن کا استقراء تام تو کجا استقراء ناقص بھی مشکل ہے اور بظاہر اس سے زیادہ طاقتور وسیلہ کمپیوٹر میں استعمال ہونے والی سی ڈیز ہیں جو حجم اور قیمت میں بہت معمولی ہونے کے باوجود کئی کئی سو ضخیم کتابوں پر مشتمل ہوتی ہیں اور اس سے بھی زیادہ سریع الافادہ اور کثیر الافادہ انٹرنیٹ کا نظام ہے جو کہ لاکھوں کتابوں پر مشتمل پوری پوری لائبریاں اپنے اندر لئے ہوئے ہے۔ یہ بات بھی قابل ذکر ہے کہ آخر الذکر دونوں وسائل کا استعمال تیزی سے بڑھتا جا رہا ہے اور حصول علم کے متوارث طریقے اہل علم سے استفادہ اور کتب بینی پر اس کو ترجیح دی جانے لگی ہے۔

راقم السطور کا مکہ مکرمہ میں ایک ذی علم اور باذوق شخصیت کے گھر جانا ہوا تو دیکھا کہ دار المطالعہ کی الماریوں سے اکثر کتابیں نکلی ہوئی ہیں۔ راقم کے استفسار پر جواب دیا کہ میں کمپیوٹر لے آیا ہوں اور حدیث' فقہ' تفسیر وغیرہ کی کتابیں اب سی ڈیز میں آ گئی ہیں' میں ان سے استفادہ کرتا ہوں' اب مجھے ان

کتابوں کی ضرورت نہیں رہی' لہٰذا میں نے کمرہ خالی کرنے کے لئے اپنی کتابیں تقسیم کردی ہیں۔

ان وسائل کو علمی ترقی کا ذریعہ سمجھا جاتا ہے لیکن اگر سنجیدگی سے غور کیا جائے تو ان کے ذریعہ علم کو تین وجوہ سے نقصان پہنچ رہا ہے:

(۱) جب کوئی کمپیوٹر یا اس میں انٹرنیٹ کھول کر بیٹھتا ہے تو وہ اپنا بیش قیمت وقت ان کے لغو اور بے فائدہ پروگراموں کے سمجھنے اور ان سے لطف اندوز ہونے میں ضائع کردیتا ہے۔

(۲) ان وسائل کو استعمال کرنے والا شخص کسی تفصیلی علمی بحث کو ذہن میں محفوظ کرنے کی کوشش نہیں کرتا' کیونکہ وہ سمجھتا ہے کہ جب ضرورت پیش آئے گی دو بٹن دبا کر پوری بحث دیکھ لی جائے گی' ظاہر ہے کہ علم تو وہ ہے جو ذہن میں محفوظ ہو' سیڈیز اور انٹرنیٹ میں موجود معلومات پر علم کا مفہوم صادق نہیں آتا۔

(۳) صحیح معنی میں علم وہ ہے جس کا عمل کے ساتھ جوڑ ہو اور عمل کا جذبہ صاحب نسبت اساتذہ کے سامنے زانوے تلمذ طے کرنے سے پیدا ہوتا ہے' ان جدید وسائل میں نہ صرف یہ کہ عمل کا جذبہ پیدا کرنے والی کوئی چیز نہیں بلکہ بدعملیوں کے ایک سے ایک محرکات موجود ہیں:

واضح رہے کہ یہ باتیں عام احوال کو سامنے رکھ کر کہی گئی ہیں' قاعدہ کلیہ کے طور پر نہیں۔ یقیناً ان کا استعمال کرنے والے بہت سے حضرات مذکورہ بالا منفی اثرات سے محفوظ بھی ہوں گے۔

خلاصہ کلام یہ ہے کہ علم دین مسلمانوں کے ہر طبقہ میں بڑی تیزی کے ساتھ انحطاط پذیر ہے' عوام تو درکنار خواص تک نماز' روزے کے ازبس ضروری مسائل سے واقف نہیں ہیں' جو عالم دین دنیا سے جارہا ہے اس کی جگہ کوئی پُر کرنے والا نہیں۔ حضرت عبداللہ بن عمروؓ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

''بلاشبہ حق تعالیٰ شانہ علم کو اس طرح نہیں اٹھائیں گے کہ یکدم بندوں سے اس کو نکال لیں بلکہ علم کو اٹھائیں گے' علماء کو اٹھانے کے ساتھ جیسا کہ ہمارے اس دور میں ہورہا ہے۔'' (بخاری شریف ص۲۰' العلم' قبض العلم)

۲: ناجائز اولاد کی کثرت ہوگی:

یہ ایک مسلّمہ حقیقت ہے کہ مغربیت کے جراثیم پوری دنیا میں پھیلے ہوئے ہیں۔ کرۂ ارضی کا کوئی خطہ خواہ مسلم ہو یا غیر مسلم' عربی ہو یا عجمی ایسا نہیں جو کسی نہ کسی درجہ میں مغربیت کے مسموم اثرات سے متاثر نہ ہو اور مغرب کا کیا نقشہ ہے اور وہاں کی کیا صورت حال ہے' اس کا اندازہ اس بات سے لگایا جاسکتا ہے کہ وہاں عام طور پر شادی اس وقت ہوتی ہے جب کہ ایک بچہ معرض وجود میں آجائے۔ ظاہر ہے کہ شادی سے پہلے پیدا ہونے والے یہ بچے اولاد الزنا ہیں ثابت النسب نہیں۔

حضرت مولانا محمد تقی عثمانی صاحب مدظلہ امریکی ماہنامہ (Panorama) کے حوالے سے تحریر فرماتے ہیں:

''اس میں مسئلہ آبادی پر تبصرہ کرتے ہوئے انکشاف کیا گیا ہے کہ ایک اندازہ کے مطابق امریکہ کے مختلف علاقوں میں ہر سال دو لاکھ سے لے کر بارہ لاکھ تک ناجائز اسقاط حمل کے واقعات ہوتے ہیں۔''

اس کے بعد اس سلسلہ میں قائم شدہ ایک کمیشن کی تجویز نقل فرماتے ہیں' جس کا اقتباس یہ ہے:

''ہماری قطعی رائے یہ ہے کہ جو عورتیں اسقاط کرانے کی درخواست کریں انہیں نہ صرف اس کی اجازت دی جائے بلکہ ہسپتالوں میں اس کا انتظام کیا جائے' اس سے ناجائز اسقاط حمل کی وارداتوں میں کمی ہوگی' زچگی اور شیر خواری کی اموات اور بغیر شادی کی ولادتیں بھی کم ہوں گی۔'' (تراشے صفحہ۹)

اسی طرح سابق امریکی صدر ٹرومین کی میڈم اپنی ایک تقریر میں کہتی ہیں' جو انہوں نے ''اخلاقی پستی'' کے عنوان پر کی تھی:

''اس وقت حکومت امریکہ اور امریکن قوم کے سامنے نامعلوم باپ کے بچوں کی بڑھتی ہوئی تعداد ایک اہم مسئلہ ہے...... کنواری ماؤں کے ان بچوں کی تعداد گزشتہ سال سوا لاکھ سے زیادہ تھی' ان میں سے ایک لاکھ بچوں کی مائیں یونیورسٹی کی طالبات ہیں' نیز تربیت و تعلیم کے تحقیقاتی کمیشن نے اپنی رپورٹ میں بیان کیا ہے کہ ان بچوں کے باپ کالج ہی کے ہونہار طلبہ ہیں۔''

(حسن پرستوں کا انجام ص:۸۵)

مذکورہ بالا اعداد و شمار اولاً تو سرکاری رپورٹ سے ماخوذ ہیں' جن میں پوری تعداد کا آنا ناممکن ہے' ثانیاً صرف امریکہ کے ہیں' ثالثاً ایک عرصہ پہلے کے

ہیں اس وقت پورے یورپ بلکہ پوری دنیا میں ان ناجائز اولادوں کی کیا تعداد ہوگی اس کا اندازہ لگانا بھی مشکل ہے۔

اس بارے میں مغرب کی بے حسی اور بے غیرتی کا اندازہ اس واقعہ سے لگایا جاسکتا ہے کہ ستمبر ۱۹۹۰ء میں اقوام متحدہ کے زیر اہتمام نیو یارک میں ایک چوٹی کانفرنس ہوئی' جس میں ستر ملکوں کے سربراہوں نے شرکت کی' اکسٹھ ممالک کے نمائندوں نے بچوں کے حقوق سے متعلق تجاویز پر دستخط بھی کرائے اس کے فقرہ نمبر ۱۸ میں کہا گیا ہے کہ" ایسے بچوں اور ایسی بن بیاہی ماؤں کو معاشرہ میں وہی مقام ومرتبہ اور حقوق ملنے چاہئیں جو دوسروں کو ملا کرتے ہیں۔" چنانچہ فرانسیسی پارلیمنٹ نے اس سلسلہ میں قانون بنا کر بن بیاہی ماؤں اور ناجائز بچوں کو سارے حقوق دیئے ہیں۔(مغربی میڈیا اور اس کے اثرات ص:۷۰)

۳: گالی گلوچ کرنے والے پیدا ہوں گے:

حدیث پاک میں ہے کہ گالی گلوچ کرنے والوں کے متعلق صحابہ کرامؓ کے استفسار پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ آخر زمانہ میں ایسے لوگ ہوں گے کہ جب وہ باہم ملاقات کریں گے تو بجائے سلام ومصافحہ کے ایک دوسرے کو گالی دیں گے۔

علامہ برزنجی مذکورہ ارشاد نبوی کو اپنے دور پر منطبق کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں:

"آج کل کسانوں' سبزی فروشوں' اور نیچے درجہ کے لوگوں میں یہ چیز پائی جاتی ہے کہ جب یہ آپس میں ملتے ہیں تو گالی گلوچ ان کا سلام ہوتا ہے اور السلام علیکم کہنا تو یہ جانتے ہی نہیں۔ فانا للہ وانا الیہ راجعون۔"

(الاشاعۃ لاشراط الساعۃ ص:۷۴)

یہ بات علامہ برزنجی نے اب سے تقریبا ڈیڑھ صدی قبل کہی ہے' اب تو حالت زبوں تر ہوچکی ہے' غیر مسلم تو کجا مسلم نوجوانوں میں تعلیم وتربیت کے فقدان کی وجہ سے یہ خرابی بڑی تیزی سے پھیل رہی ہے' خصوصا وہ دیہی اور شہری علاقے جہاں دینی تعلیم وتربیت کا ماحول اور کوئی بندوبست نہیں ہے' وہاں مسلم نوجوان اخلاقی پستی کے آخری نشان تک پہنچ چکا ہے خود راقم السطور کا مشاہدہ ہے کہ جب یہ نوجوان لڑکے آپس میں ملتے ہیں تو ایک دوسرے کو گالی دیتے ہیں' اسی طرح ایک دوسرے کو گالی دے کر مخاطب کرتے ہیں۔

حضرت الاستاذ مولانا زین العابدین صاحب اعظمی رقم طراز ہیں:

"یہ گندی حرکت زمانہ کے آخر میں ہونے اور قیامت کے آجانے کی علامت بتائی گئی ہے' بمبئی مہاراشٹر میں آفاقی لوگوں کا تجربہ جن کو ہے وہ قیامت کی اس علامت کا مشاہدہ بچشم خود کرچکے ہوں گے کہ ایک دوسرے کی ملاقات کے وقت وہ اپنی بکواس گالی سے ہی شروع کرتے ہیں۔"

(ماہنامہ مظاہر علوم فروری ۱۹۹۸ء صفحہ ۱۲)

جناب انور بن اختر صاحب اس سلسلہ کا ایک عبرت ناک اور افسوس ناک واقعہ کسی مسلم ڈاکٹر کے حوالے سے اس طرح تحریر فرماتے ہیں:

"ایک مریض جو میرے وارڈ میں تھا اس کا مرض یکدم شدید ہوگیا میں نے دیکھنے کے بعد نرس کو ٹیکہ لگانے کے لئے کہا' جب نرس نے ٹیکہ لگایا تو اس کو بہت گندی گالی دی' دوسرا ٹیکہ نرس نے لگانے سے انکار کردیا تو میں نے لگایا' ٹیکہ لگانے کے فورا بعد اس نے مجھے اور گندی گالی دی اور تھوڑی دیر کے بعد مرگیا' تحقیق پر معلوم ہوا کہ گالی دینا اس کا تکیہ کلام تھا' جب بھی کسی سے مخاطب ہوتا تو گالی دے کر بلاتا اور آخری وقت میں بھی یہ چیز نصیب ہوئی۔ العیاذ باللہ"۔

(ناقابل یقین سچے واقعات ص:۳۰۱)

آج کل بات بات پر گالی دینے والوں اور اس کے عادی لوگوں کے لئے اس واقعہ میں درس عبرت ہے کہ ایسے شخص کو مرتے وقت کلمہ تک نصیب نہ ہوا اور گالی بکتا ہوا اس دنیا سے رخصت ہوگیا اللھم احفظنا منہ۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ اور ان کے علاوہ دیگر تمام پیشگوئیوں کو بلاشبہ ظاہر ہونا ہے' کیونکہ آپ صادق ومصدوق ہیں:"ان ھو الا وحی یوحی"

گفتۂ او گفتۂ اللہ بود
گرچہ از حلقوم عبداللہ بود

اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے یہ ارشادات دلائل نبوت میں سے مستقل ایک دلیل ہیں۔ لہٰذا ان کو فی الحال وجود میں آنے سے کوئی نہیں روک سکتا' لیکن ہر ایمان والے کا فریضہ ہے کہ جتنا ممکن ہوسکے وہ اپنے معاشرہ کو اور اپنے گھرانے کو اور کم از کم اپنی ذات کو ان سے بچانے کی کوشش کرے' اور چودہ سو سال پہلے ان خرابیوں پر متنبہ کرنے کا منشا نبوی بھی یہی ہے۔

☆☆..........☆☆

Adarts-CAR-1/2000

پہلی قسط

حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ اسلام سے خلافت تک

یارِ غار حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی شخصیت' وہ فقید المثال شخصیت ہے' جس کا دیکھنا تو کجا' تذکرہ بھی باعث خیر سمجھا جاتا ہے' آپؓ صحابہ کرامؓ کی جماعت کے وہ سرخیل ہیں' جس نے ہر وقت قائدانہ کردار ادا کیا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے تو بچپن ہی سے یارانہ و دوستانہ تھا' لیکن اسلام کی قوت تاثیر نے جو آپؓ کی زندگی میں انقلاب پیدا کیا ہے' یقیناً وہ قابل رشک ہے۔ علامہ اقبال نے آپ کی زندگی کا خلاصہ ایک نظم میں بیان کیا ہے اور سب سے آخری شعر میں پوری نظم کشید کر کے رکھ دی ہے:

پروانے کو چراغ ہے بلبل کو پھول بس
صدیق کے لئے ہے خدا کا رسول بس

آپ رضی اللہ عنہ کی پوری ہی زندگی' درس عبرت و نصیحت ہے' لیکن اسلام سے لے کر خلافت تک ایک امتی اور غلام رسول ہونے کی حیثیت سے جو لمحات آپؓ کے گزرے ہیں' یقیناً پوری انسانیت کو نور ہدایت دینے کے لئے کافی ہیں۔ ہم ذیل میں ان کی ان ہی درمیانی وقفہ کے کچھ روشن باب کو کھول رہے ہیں' جو امت کے لئے مینارۂ نور ثابت ہوئے ہیں۔

اسلام میں پیش رفت:

عمر ۳۸ سال کی تھی' تجارت کے لئے یمن تشریف لے گئے تھے' اسی اثنا' اسلام کا آفتاب طلوع ہوا اور وحی نبوت کا سلسلہ شروع ہوا' شدہ شدہ بات پھیلنے لگی' آپ بھی "یمن" سے جلد تشریف لے آئے احباب جمع ہوئے کہ اس ناگہانی واقعے کی خبر دی جائے اور روک کی منظم و مضبوط تدبیر کی جائے۔

لیکن اس بار رنگ محفل کچھ بدل چکا تھا' روک و ٹوک کی تدبیر تو کجا' خوشی چھائی رہی' رہی' ملاقاتوں سے فراغت انتہائی بے چینی میں پائی' کیونکہ حضرت ابوبکرؓ اپنے دوست' بچپن کے ساتھی' تجارتی سفروں کے رفیق کو اچھی طرح جانتے تھے آپ کے پاکیزہ اوصاف و اخلاق کا بارہا اپنی آنکھوں سے مشاہدہ کیا

مولانا محبوب فروغ احمد

تھا' چنانچہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ' اپنی دور اندیشی و معاملہ فہمی سے حقیقت حال تک پہنچ چکے تھے' احباب سے فرصت پاتے ہی در رسالت پر پہنچے' وحی نبوت سے متعلق آپ کی زبان مبارک سے سنا اور حلقہ بگوش اسلام ہو گئے۔ (البدایہ والنہایہ ۳۰/۲۸)

بعض روایتوں میں اس طرح آیا ہے کہ نبوت سے سرفراز کئے جانے کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ابوبکر صدیقؓ کے گھر تشریف لائے اور اسلام پیش کیا' حضرت ابوبکر کا صافی قلب گویا کہ تیار ہی تھا' فوراً قبول حق کیا۔ اسی لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرمایا کرتے تھے کہ جس پر اسلام پیش کیا اس نے پس و پیش ضرور کیا' سوائے ابوبکر کے' کہ اس نے بلا چوں و چرا قبول کر لیا۔ (سیرت حلبیہ اردو ترجمہ: ۲/۲۱۹)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے جب پوچھا گیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تصدیق کرنے میں سب سے پہلے پہل کس نے کی؟ تو حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا کہ: تم نے حسان بن ثابتؓ کا قصیدہ نہیں سنا ہے' پھر قصیدہ "خیر البریۃ" پڑھ کر سنایا' جس میں ایک شعر ہے:

والتالی الثانی المحمود مشہدہ'
واول الناس طرًا صدق الرسلا

ترجمہ: "اور وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے متصل ہیں' دو میں کے دوسرے ہیں' مشکلات کے وقت میں ان کی موجودگی کی تعریف کی گئی ہے اور تمام لوگوں میں سب سے اول انسان ہیں' جنہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تصدیق کی ہے۔" (دیوان حسان بن ثابتؓ' شرح ڈ یوسف عید' مطبوعہ بیروت: ۲۸۲)

البتہ بعض روایتوں میں اسلام میں پہل کرنے والوں میں سب سے پہلے حضرت خدیجہؓ' علیؓ اور زید بن حارثہ رضی اللہ عنہم کا نام آتا ہے' تو سیرت نگاہوں

نے اس طرح تتبع کیا ہے کہ عورتوں میں سب سے پہلی خاتون حضرت خدیجہؓ بچوں میں حضرت علیؓ غلاموں میں حضرت زیدؓ اور آزاد مردوں میں حضرت ابوبکر صدیقؓ سب سے پہلے ایمان سے مشرف ہونے والے ہیں۔ ہاں لوگوں کے سامنے اپنے اسلام کا اعلان واظہار تو' حضرت ابوبکرؓ کی ذات ہی ہے' جس نے سب سے پہلے اس اظہار کی جرأت کی۔ (سیرت ابن اسحٰق باب:۷ ص:۱۸۳' البدایہ:۳/۲۹)

بہت قیمتیں چکانی پڑی:

اسلام کیا لائے' پورا وطن دشمن بن گیا' قبیلہ "تیم" جس سے آپ کا نسبی تعلق تھا' قریش میں کوئی اہم قبیلہ نہیں سمجھا جاتا تھا' نیز آپ کی جسمانی ساخت بھی حضرت حمزہ وعمر رضی اللہ عنہما کی طرح نہیں تھی' کہ سخت سے سخت تکلیفیں برداشت کرسکتے' لیکن نئے دین کے جو دوررس تقاضے تھے' صدیق اکبرؓ کی ذات پورے طور پر بھانپ چکی تھی' لہٰذا مکہ کے سرداروں' کعبہ کے پروہتوں کا خوف' ان کے دشمنانہ رویوں اور مخالفانہ طرز عمل سے انگیز کرتے ہوئے' اپنی زندگی کا مشن ہی تبلیغ اسلام اور اشاعت حق کرلیا' پھر زندگی بھر اس دین قیم میں کسی بھی قسم کی رخنہ اندازی کو برداشت نہ کرسکے' خواہ اس پس منظر میں آپ کو کتنا کچھ ہی ستایا گیا' یہاں تک کہ گھر سے بے گھر ایک بار نہیں دو دو بار ہونا پڑا' لیکن جہاں بھی اور جب بھی موقع ملا آپؓ نے اسلام کی تعلیم دوسروں تک ضرور پہنچائی۔

ایک مرتبہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم بیت اللہ میں نماز پڑھ رہے تھے' اتنے میں عقبہ بن ابی معیط آ گیا اور آپ کی گردن مبارک میں چادر کا گھیرا ڈال کر بل دینے لگا' حضرت ابوبکر صدیقؓ کو جب معلوم ہوا تو دوڑے آئے' عقبہ کو پکڑ کر دھکا دیا اور کہا کہ اے لوگو! کیا تم اس شخص کو اس لئے قتل کرنا چاہتے ہو کہ یہ کہتا ہے کہ ایک اللہ کو مانو۔ (بخاری:۱/۵۲۰)

ایک اور موقع پر' جب کہ قریش مکہ صحن حرم میں جمع تھے' حضرت ابوبکر صدیقؓ پہنچے اور اعلانیہ تبلیغ شروع کردی' کافروں نے حضرت ابوبکر کو پکڑا اور بے تحاشا مارنا شروع کیا' عتبہ بن ربیعہ نے چہرے پر جوتے اتنے مارے کہ شناخت مشکل ہوگئی' جب قبیلۂ تیم کو معلوم ہوا تو آ کر چھڑایا۔ گھر لے گئے لیکن حالت نازک ہوگئی جس پر قبیلۂ تیم نے عتبہ کو دھمکی بھی دی' شام تک بے ہوشی رہی' جب ہوش آیا تو سب سے پہلے حضور کی خیریت معلوم کی اور اس وقت تک چین نہیں آیا' جب تک کہ خود آ کر دار ارقم میں زیارت نہ کرلی۔ (البدایہ والنہایہ:۳/۳۰)

کوششیں رائیگاں نہیں گئیں:

آپؓ کی مخلصانہ جدوجہد اور بے لوث اسلام کی تبلیغ اکارت نہیں گئی' بلکہ رفتہ رفتہ' اسلام لوگوں کے قلوب میں جاں گزیں ہوتا گیا' پھر ایسے لوگ اسلام میں داخل ہونے لگے' جو بعد میں چل کر ستون اسلام ثابت ہوئے۔ ان سب کے اسلام میں حضرت ابوبکرؓ کی بے لوث تبلیغ کا اثر تھا' آپ کی پرخلوص دعوت اسلام سے متاثر ہوکر جن حضرات نے اسلام قبول کیا' ان میں ممتاز حضرات یہ ہیں:

(۱) خلیفۂ ثالث حضرت عثمان غنیؓ
(۲) حضرت عمرؓ کے بعد چیف الیکشن کمشنر حضرت عبدالرحمن بن عوفؓ" (۳) شہید امت حضرت طلحہؓ بن عبیداللہؓ (۴) حواری رسول حضرت زبیر بن العوامؓ (۵) فاتح قادسیہ حضرت سعد بن ابی وقاصؓ (۶) فاتح شام حضرت ابوعبیدہ بن الجراح رضی اللہ عنہم اجمعین۔ (تاریخ طبری:۲/۷۶' البدایہ والنہایہ:۳/۳۰)

یہ تمام حضرات وہ ہیں جن کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک سلسلۂ کلام میں جنت کی بشارت دی ہے' گویا کہ حضرت ابوبکر صدیقؓ کی شبانہ روز محنت کے پہلے پھل ہیں' اسی لئے غیروں نے بھی اس حقیقت کا اعتراف کیا ہے کہ ابوبکر صدیقؓ کی وجہ سے مکی معاشرے میں اسلام کو اہمیت وتقویت حاصل ہوئی' حضرت حمزہؓ و حضرت عمر رضی اللہ عنہما سے اسلام کو استحکام ہوا۔

محمد حسین ہیکل لکھتے ہیں:

"وہ (مستشرقین) کہتے ہیں کہ جس ایمان کا مظاہرہ ابوبکرؓ نے کیا اور جس طرح انہوں نے رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے ہر قول وفعل کی تصدیق کی' وہ ثابت کرنے کے لئے کافی ہے کہ اسلام یقیناً خدا کی طرف سے ہے' کیونکہ باطل مذہب اور ایک جھوٹا شخص کبھی اپنے ماننے والوں کے دلوں میں ایسا ایمان پیدا نہیں کرسکتا ہے۔" (ابوبکر صدیق مترجمہ محمد احمد پانی پتی:۴۸' بحوالہ عشرہ مبشرہ اردو:۴۷)

اسلام کی خاطر مالی قربانیاں:

روایتوں میں آتا ہے کہ قبول اسلام کے وقت' حضرت ابوبکر صدیقؓ چالیس ہزار درہموں کے مالک تھے' لیکن ہجرت کے وقت صرف پانچ ہزار باقی رہ گئے تھے' پورے پینتیس ہزار' حضرت ابوبکرؓ نے اسلام کی راہ میں خرچ کردیئے' ان غلاموں اور باندیوں کو منہ مانگی قیمت دے کر آزاد کرایا' جو پہلے سے ہی غلامیت کی زنجیر میں جکڑے ہوئے تھے اور نامساعد حالات سے دوچار تھے' قبول اسلام نے ان کے کافر آقاؤں کو

ظلم وتشدد پر پہلے سے زیادہ برانگیختہ کر دیا تھا۔

جن غلاموں اور باندیوں کو حضرت ابوبکرؓ نے آزاد کروایا تھا' ان میں مشہور و معروف موذن رسول حضرت بلال حبشیؓ کے علاوہ ان کی والدہ حضرت حمامہ' عامر بن فہیرہ' ابوفکیہ' زنیرہ' ام عبیس' نہدیہ اور ان کی صاحبزادی اور بنی مؤمل کی لونڈی لبینہ یا لبیبہ شامل ہیں۔ (البدایہ والنہایہ:۳/۵۸)

پھر آزاد کرنے کے بعد کبھی احسان نہ جتلایا' ایک موقع پر (دور خلافت میں) حضرت بلالؓ سے اذان دینے کو کہا تو حضرت بلالؓ نے برجستہ کہا کہ: "اے ابوبکرؓ! کیا آپ مجھے اپنی خلافت کے زعم میں یہ حکم دے رہے ہیں یا پھر وہ احسان جتلا رہے ہیں جو آپ نے خطیر رقم خرچ کر کے مجھے آزاد کرایا تھا؟" حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ان دونوں میں سے کچھ بھی نہیں' بلکہ ایک درخواست ہے جو کر رہا ہوں تو حضرت بلالؓ نے فرمایا کہ مجھے یہ درخواست منظور نہیں۔

ابوقحافہ جو حضرت ابوبکرؓ کے والد تھے اور اب تک مسلمان نہیں ہوئے تھے' کہا کرتے تھے: کہ بیٹا! اگر ان کمزوروں کے بجائے' مضبوط جوانوں کو آزاد کرتے تو وہ تمہارے لئے قوت بازو بنتے اور تمہاری پشت پناہی کرتے' حضرت ابوبکر نے جواب دیا: ابا جان! میں تو وہ اجر چاہتا ہوں' جو اللہ کے یہاں ہے۔ (سیرت محمد بن اسحٰق اردو:۲۶۴)

قرآن نے کیا خوب ترجمانی کی ہے:

"اور اس سے دور رکھا جائے گا وہ نہایت پرہیزگار' جو پاکیزہ ہونے کی خاطر اپنا مال دیتا ہے' اس پر کسی کا کوئی احسان نہیں' جس کا اسے بدلہ دینا ہے' وہ تو اپنے رب کی رضا جوئی کے لئے یہ کام کرتا ہے اور ضرور وہ اس سے خوش ہوگا۔"

پہلی ہجرت اور مکہ واپسی:

قریش مکہ نے مسلمانوں پر جو مظالم ڈھائے جن کے اولاً تو کمزور غلام اور لونڈیاں نشانہ بنتے رہے' لیکن کچھ زیادہ دن نہ گزرے تھے کہ آزاد مردوں اور عورتوں کو بھی محض اسلام کی وجہ سے سخت اذیتیں دی جانے لگیں' جب تکلیفیں ناقابل برداشت ہوگئیں تو اللہ پاک نے ہجرت حبشہ کا اشارہ دے دیا' اس طرح مسلمان' ایک نرم خو صلح جو بادشاہ نجاشی کی پناہ میں منتقل ہوگئے' ایک موقع پر حضرت ابوبکرؓ بھی قوم کی اذیتوں سے پریشان ہوکر' ہجرت کے ارادے سے نکل پڑے "برک الغماد" تک پہنچے تھے کہ ابن الدغنہ (جو مکہ کا کافر مگر بااثر ورسوخ اور اچھی حیثیت کا باشندہ تھا) سے ملاقات ہوگئی' ابن الدغنہ' حضرت ابوبکرؓ کے ذاتی کمال سے صد درجہ متاثر تھا' پوچھنے لگا کہ کہاں کا قصد ہے؟ حضرت ابوبکرؓ نے فرمایا کہ میری قوم نے مجھے تکلیفیں پہنچائیں' یہاں تک کہ میرا شہر میرے لئے تنگ کر دیا گیا' اب شہر چھوڑ کر جا رہا ہوں۔ ابن الدغنہ نے کہا کہ آپ جیسا شخص شہر چھوڑ کر نہیں جا سکتا' چنانچہ ابن الدغنہ اپنی امان میں لے کر مکہ لے آئے' پھر مکہ میں اپنی امان کا اعلان بھی کروایا' لیکن قوم سر پھری تھی' وہ صرف اس پر راضی ہوسکی کہ ابوبکرؓ اپنے گھر میں ہی قرآن کی تلاوت و دیگر مذہبی امور انجام دیا کریں گے۔

حضرت ابوبکر صدیقؓ نے اپنے صحن میں ایک جگہ تلاوت کے لئے مختص کر لی' لیکن آپ اس قدر رقیق القلب واقع ہوئے تھے کہ جب تلاوت فرماتے' تو عورتیں اور بچے اپنی اپنی دیواروں اور چھتوں پر چڑھ کر ان کی تلاوت سنا کرتے تھے' جس کی وجہ سے وہ اسلام سے متاثر ہوتے جا رہے تھے۔ قوم نے جب یہ حالت دیکھی تو ابن الدغنہ سے شکایت کی اور امان واپس لینے پر اصرار کیا۔ ابن الدغنہ نے بھی دھمکی آمیز لہجے میں' حضرت ابوبکرؓ سے بات کی' جس پر حضرت ابوبکرؓ نے یہ کہہ کر امان واپس کر دی کہ مجھے تمہاری امان کی ضرورت نہیں ہے۔ مجھے میرے اللہ کی امان کافی ہے۔ ابن الدغنہ نے بھی اس نقض امان کا اعلان قوم میں کر دیا۔ پھر وہی ابتلاؤ و آزمائش شروع ہوئی' جو برسوں سے چلی آرہی تھی' بلکہ وقت گزرنے کے ساتھ اس میں شدت پیدا ہوتی چلی گئی۔ (البدایہ والنہایہ:۳/۹۴'۹۵)

سفر ہجرت میں رفاقت کی سعادت:

سن ۱۰ نبوی میں اچانک دو دو محسنوں کے اٹھ جانے سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو جو غم ہوتا تھا وہ ہوا' اسی لئے اس سال کو عام الحزن' غم کا سال کے نام سے تاریخ کی کتابوں میں جانا جاتا ہے' پھر مزید طائف والوں کے ناروا سلوک نے جلتے پر تیل کا کام کیا' مکہ میں جو بھی تھوڑا بہت نرم گوشہ پایا جاتا تھا' ختم ہوگیا۔ نوبت یہاں تک پہنچی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا وجود مسعود ہی کافروں کو کھٹکنے لگا' یہاں تک کہ انسانی بس میں جو آخری کوشش ہوتی ہے۔ اس کے لئے بھی مشورے کے بعد انجام دینے کی تیاریاں پوری کر چکے' لیکن اللہ پاک کچھ اور ہی چاہتا تھا' ادھر "یثرب" جو بعد میں چل کر "مدینہ" کہلایا۔ مدینہ والوں کے دلوں میں اسلام کی محبت ڈال دی اور اس محبت کی چنگاری ایک شعلہ جوالہ بن کر اس طرح سامنے آئی کہ اب گویا کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بغیر رہنا' زندگی کی نفی تصور کر رہے ہیں۔ یہی وجہ ہے' حج کے مختلف مواقع میں ان کی طرف سے مدینہ

آنے کی پیشکش کی جاتی رہی' جنہیں اسلامی تاریخ میں "بیعت عقبہ" کے نام سے جانا جاتا ہے' چنانچہ ۱۳/ نبوی' مکہ سے مدینہ منتقلی شروع ہوچکی تھی اور صرف دو مہینے میں مکہ کے دوسو خاندان' مدینہ ہجرت کر چکے تھے' صرف کمزور قسم کے لوگ یا پھر دربار رسالت اور خاندان رسالت کے لوگ ہی مکہ میں رہ گئے تھے۔

حضرت ابوبکر صدیقؓ نے بھی ہجرت کی اجازت طلب کی تھی لیکن ان کو یہ کہہ کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے روک دیا تھا کہ ہوسکتا ہے کوئی اچھا ساتھی مل جائے۔ حضرت ابوبکرؓ نے اشارہ سمجھ لیا تھا' اسی لئے اسی وقت سے تیاریاں شروع کردی تھیں' دو اچھی سی سواریاں گرانقدر داموں میں خریدیں' انہیں کھلا پلا کر خوب فربہ کیا' بلا آخر صفر کے اواخر میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی ہجرت کا حکم مل گیا' ادھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا معمول یہ تھا کہ روز صبح وشام' حضرت ابوبکرؓ کے گھر تشریف لے جاتے' حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ ایک روز خلاف معمول' سر پر کپڑا ڈالے ہوئے دوپہر میں تشریف لائے' پھر تخلیہ میں اپنے ارادے کا اظہار کیا کہ: آج رات بغرض ہجرت نکلنا ہے اور رفاقت تمہاری ہی رہے گی' حضرت ابوبکرؓ تو خوشی کے مارے اچھل پڑے' دوسری طرف دارالندوہ کے ابلیسی مشورے کی خبر' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اشارۂ غیبی یا وحی کے ذریعے مل گئی تھی' اس لئے حضرت علیؓ کو اپنے بستر پر سونے کا حکم دیا اور تہائی رات کے بعد' کفار کے مجمع پر' جو گھیرا ڈالے دررسالت کے اردگرد' اس لئے بیٹھے تھے کہ صبح ہوتے ہی اجتماعی حملہ کر کے ہمیشہ کے لئے اسلام کا قصہ تمام کردیں گے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان پر "شاہت الوجوہ" کی بددعا دیتے اور ان کی آنکھوں میں دھول جھونکتے ہوئے باہر نکل گئے' حضرت ابوبکرؓ کے گھر پہنچے' حضرت ابوبکرؓ تو سراپا انتظار ہی بیٹھے تھے' جلدی میں سامان تیار کیا' توشہ دان باندھنے کے لئے کچھ نہ ملا تو حضرت "اسماء" نے اپنا پٹکا ہی چاک کیا' اور ایک ٹکڑے سے توشہ دان باندھ دیا' حضرت ابوبکرؓ نے پانچ ہزار درہم جواب تک بچ گئے تھے' لے لئے' پھر عقبی کھڑکی سے دونوں رفیق نکل گئے اور شہر سے تین چار میل دور غار ثور میں ایک دو روز کے لئے چھپ گئے' اس دوران حضرت ابوبکرؓ کے صاحبزادے عبداللہ قریش کی تمام نقل وحرکت پر نگاہ رکھتے اور قریش سے چھپاتے' غار ثور پہنچ جاتے اور ساری تفصیلات سے باخبر کر کے پھر واپس ہوجاتے' آپؐ کی جواں سال صاحبزادی حضرت اسماء' تمام تر خطرات انگیز کر کے کھانا پہنچایا کرتی اور غلام عامر بن فہیرہ' بکریوں کو چرانے اسی طرف لے آتے' تاکہ ضرورت کے بقدر دودھ استعمال کیا جاسکے' اس طرح حضرت ابوبکرؓ کا پورا ہی گھرانہ ہجرت کے عمل میں شریک رہا۔

غار ثور میں یار غار کی کیفیت:

یہ دونفری قافلہ غار ثور پر پہنچا' روایتوں کے مطابق' حضرت ابوبکرؓ نے آپ کو کندھے پر اٹھالیا' تاکہ قدم مبارک کے نشان نہ آنے پائے کہ مبادا قدم شناسی سے پکڑے جائیں۔ غار کے دہانے پر پہنچ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو وہیں پر تھوڑی دیر کے لئے روکے رکھا' خود اندر تشریف لے گئے' غار کو خوب اچھی طرح صاف کیا' کچھ سوراخ تھے' جس سے موذی حشرات کا خطرہ تھا' سب کو اپنی چادر پھاڑ کر بند کیا' پھر حضورؐ کو آواز دی' حضورؐ اندر تشریف لے گئے' تین چار میل کا سفر' وہ بھی پہاڑی سفر یقیناً دشوار گزار رہا ہوگا۔ زانوئے صدیقی پر سر رکھ کر سو گئے۔ اتنے میں ایک سوراخ نظر آیا' حضرت ابوبکرؓ نے اپنا پاؤں ہی اس پر رکھ دیا۔ ایک روایت کے مطابق کوئی زہریلا سانپ اس سے نکلا اور پاؤں کو ڈس لیا' تکلیف کی شدت بڑھتی جارہی تھی' لیکن اس وقت ماضی و حال اور مستقبل کی سب سے عظیم شخصیت آپؐ کے زانو پر سر رکھے ہوئے تھی۔ حرکت کرنے کی بھی زحمت نہ کی' لیکن تکلیف کی تاب نہ لاکر' آنکھوں سے آنسو بہہ نکلے اور رخ انور پر اس کے بعض حصے گر گئے' جس سے آپؐ کی آنکھ کھل گئی' حضرت ابوبکرؓ کو آبدیدہ دیکھ کر وجہ دریافت کی' حضرت ابوبکرؓ نے ساری تفصیلات بتائی تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے لعاب دہن اس ڈسے ہوئے مقام پر لگادیا' جس سے تکلیف جاتی رہی۔

دوسری طرف بدبختوں کی جماعت میں بھونچال آچکا تھا' جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کے رفیق خاص کسی طرح دستیاب نہ ہوئے تو نقد سو اونٹ کے انعام کا اعلان کردیا' جس سے تلاشی مہم میں انعام کے لالچیوں نے انتہا کردی' ایسا محسوس ہوتا تھا' وہ لوگ اسی کے لئے ادھار کھائے بیٹھے ہیں' کھاڑیاں جھاڑیاں' پہاڑیاں غرض ہر جگہ چھان ماری' لیکن کہیں سراغ نہ لگ سکا' ایک مرتبہ تو غار ثور کے منہ پر آگئے۔ قریب تھا کہ وہ آ کر اندر صرف جھانک لیتے تو یہ دونوں مقدس ہستیاں نظر آجاتیں۔ حضرت ابوبکرؓ بالکل پریشان تھے' انہیں خطرہ اپنی جان کا نہیں' وہ تو اپنی جیسی اگر سو جان بھی ہوتی تو نچھاور کر کے فخر محسوس کرتے۔ انہیں صرف فکر خلاصۂ کائنات کی تھی' انہوں نے اپنی تشویش کا اظہار چپکے سے حضورؐ سے بھی کیا' تو حضورؐ نے فرمایا کہ ابوبکرؓ "لا تحزن ان اللہ معنا" (غم کی حاجت نہیں ہے' اللہ کی معیت خاصہ ہمارے لئے ہے) یہ سننا تھا کہ حضرت ابوبکرؓ پر گویا سکینت نازل ہوگئی' ایک بدبخت نے اندر گھسنے کا ارادہ بھی کیا' مگر بعض نشانیاں دیکھ کر خود بھی باز رہا اور دوں کو بھی باز رکھا۔ (جاری ہے)

آخری قسط

مرزا قادیانی کے مالی معاملات

ڈاکٹر سید راشد علی

اب یہ بیان دوبارہ پڑھیں:

"اب ہمیں یہ دیکھنا ہے کہ مہدی مسعود (مرزا غلام احمد قادیانی) اپنی زندگی میں اپنے اہل وعیال اور اقارب کو اسی آمد میں سے خرچ دیتے تھے جو جماعت کی طرف سے آپ کی خدمت میں پیش ہوتی تھی یا کسی اور ہیکل سے۔ یہ بات ہر ایک فرد جانتا ہے کہ حضور علیہ...... اسی آمد سے خرچ دیا کرتے تھے پس آپ کے بعد انجمن (احمدیہ قادیان) کا یہ فرض ہے کہ ان کو اسی آمد میں سے اسی انداز پر دیں جس طرح حضرت مسیح موعود دیتے تھے' کیونکہ انجمن مسیح موعود سے بڑھ کر امین نہیں ہو سکتی۔" (اظہار حقیقت ص ۱۳ مورخہ ۲۸ نومبر ۱۹۳۱ء شائع کردہ انجمن انصار اللہ قادیان)

سبحان اللہ کیا امانتداری ہے؟ گویا کہ انکم ٹیکس بچانے کے لئے مرزا صاحب نے عدالت عالیہ میں جھوٹا حلف داخل کیا۔

کمائی کے مختلف انداز' چندے کا اشتہار:

"قوم کو چاہئے کہ ہر طرح سے اس سلسلے کی خدمت بجالائے' مالی طور پر بھی خدمت کی بجا آوری میں کوتاہی نہیں ہونی چاہئے' دیکھو دنیا میں کوئی سلسلہ چندے کے بغیر نہیں چلتا...... پس ہماری جماعت کے لوگوں کو بھی اس امر کا خیال ضروری ہے' اگر یہ لوگ التزام سے ایک ایک پیسہ بھی سال بھر میں دیں تو بھی بہت کچھ ہو سکتا ہے' ہاں اگر کوئی ایک پیسہ بھی نہیں دیتا تو اسے جماعت میں رہنے کی کیا ضرورت ہے۔" (ارشاد مرزا غلام احمد قادیانی مندرجہ اخبار بدر' مورخہ ۹/ جولائی ۱۹۰۳ء)

یہ اشتہار کوئی معمولی تحریر نہیں' بلکہ ان لوگوں کے ساتھ جو مرید کہلاتے ہیں یہ آخری فیصلہ کرتا ہوں' مجھے خدا نے بتلایا ہے میرا انہی سے پیوند ہے یعنی وہی خدا کے دفتر میں مرید ہیں' جو اعانت اور نصرت میں مشغول ہیں' مگر بہتیرے ایسے ہیں کہ گویا خدائے تعالیٰ کو دھوکہ دینا چاہتے ہیں' سو ہر ایک شخص کو چاہئے کہ اس نئے انتظام کے بعد نئے سرے عہد کر کے اپنی خاص تحریر سے اطلاع دے کہ وہ ایک فرض حتمی کے طور پر اس قدر چندہ ماہواری بھیج سکتا ہے...... اس اشتہار کے شائع ہونے سے تین ماہ تک ہر ایک بیعت کرنے والے کے جواب کا انتظار کیا جائے گا کہ وہ کیا کچھ ماہواری چندہ اس سلسلے کی مدد کے لئے قبول کرتا ہے اور اگر تین ماہ تک کسی کا جواب نہیں آیا تو سلسلہ بیعت سے اس کا نام کاٹ دیا جائے گا...... اگر کسی نے ماہواری چندہ کا عہد کر کے تین ماہ تک چندہ بھیجنے سے لاپرواہی کی تو اس کا نام بھی کاٹ دیا جائے گا...... المشتہر: مرزا غلام احمد قادیانی۔" (مجموعہ اشتہارات جلد ۳ ص ۴۶۸)

مریدوں سے چندہ اور مرزا صاحب کی خانگی زندگی:

مندرجہ ذیل گفتگو خواجہ کمال الدین' سید سرور شاہ صاحب اور مولوی محمد علی صاحب کے مابین ہوئی جب وہ چندے کے لئے گجرات یا گڑیا نوالہ جانے کے لئے تانگے میں سوار تھے خواجہ صاحب نے بیان کیا:

"پہلے ہم اپنی عورتوں کو یہ کہہ کر کہ انبیا اور صحابی جیسی زندگی اختیار کرنی چاہئے کہ وہ کم اور خشک کھاتے اور خشن پہنتے تھے اور باقی بچا کر اللہ کی راہ میں دیا کرتے تھے' اسی طرح ہم کو بھی کرنا چاہئے۔ غرض ایسے وعظ کر کے کچھ روپیہ بچاتے تھے اور پھر وہ قادیان بھیجتے تھے' لیکن جب ہماری بیبیاں خود قادیان گئیں' وہاں پر رہ کر اچھی طرح

وہاں کا حال معلوم کیا تو واپس آ کر ہمارے سر چڑھ گئیں کہ تم بڑے جھوٹے ہو ہم نے تو قادیان جا کر خود انبیاؑ اور صحابہ کی زندگی کو دیکھ لیا ہے۔ جس قدر آرام کی زندگی اور تعیش وہاں پر عورتوں کو حاصل ہے اس کا تو عشر عشیر بھی باہر نہیں' حالانکہ ہمارا تو روپیہ اپنا کمایا ہوا ہوتا ہے اور ان کے پاس جو روپیہ جاتا ہے وہ قومی اغراض کے لئے قومی روپیہ ہوتا ہے' لہٰذا تم جھوٹے ہو جو جھوٹ بول کر اس عرصہ دراز تک ہم کو دھوکہ دیتے رہے ہو اور آئندہ ہم ہرگز تمہارے دھوکہ میں نہ آویں گے۔ پس اب وہ ہم کو روپیہ نہیں دیتیں کہ ہم قادیان بھیجیں..... میں خود واقف ہوں اور پھر بعض زیورات اور بعض کپڑوں کی خرید کا مفصل ذکر کیا (جو مرزا صاحب) کی بیگم کے لئے خریدے گئے۔" (کشف الاختلاف ص ۱۳ مصنفہ سرور شاہ قادیانی)

"لدھیانہ کا ایک شخص تھا جس نے ایک دفعہ مسجد میں مولوی محمد علی صاحب' خواجہ کمال الدین صاحب اور شیخ رحمت اللہ کے سامنے کہا کہ جماعت مقروض ہو کر اور اپنی بیوی بچوں کا پیٹ کاٹ کر چندہ میں روپیہ بھیجتی ہے مگر یہاں بیوی صاحبہ کے زیورات اور کپڑے بن جاتے ہیں اور ہوتا ہی کیا ہے؟۔" (خطبہ میاں محمود خلیفہ قادیان مندرجہ اخبار الفضل قادیان مورخہ ۳۱/ اگست ۱۹۳۸ء جلد ۲۶ نمبر ۲۰۰ ص ۷)

"سب سے بڑا اعتراض جو اس نے (ڈاکٹر عبدالحکیم صاحب نے مسیح موعود (مرزا قادیانی) پر کیا' وہ مال کے متعلق تھا کہ لوگوں سے روپیہ لیتے ہیں اور جس طرح چاہتے ہیں خرچ کرتے ہیں..... اپنی کتابوں کے شائع کرنے کے لئے چندے جمع کر لیتے ہیں اور جس طرح ہو سکتا ہے مکر وفریب کر کے لوگوں سے مال جمع کر لیتے ہیں اور اسے جس طرح چاہتے ہیں جا و بے جا صرف کرتے ہیں' کوئی حساب نہیں۔" (اخبار الفضل قادیان جلد ۸ نمبر ۵۲ ص ۷ مورخہ ۲۰/ جنوری ۱۹۲۱ء)

حساب کتاب میں گڑبڑ:

"مولوی (محمد حسین بٹالوی) صاحب نے کہا کہ تم قادیان جاتے ہو میرا ایک پیغام مرزا صاحب کو دے دینا کہ مجھے اپنی آمدنی کا حساب دیں..... پبلک کا روپیہ فضول خرچ ہو رہا ہے' کہاں کہاں روپیہ خرچ ہوتا ہے..... میں قادیان پہنچا۔ مولوی صاحب کو جواب دے دیا ہے کہ ہمارے پاس خدا کے لئے روپیہ آتا ہے اور خدا کے لئے ہی ہم خرچ کر دیتے ہیں' ہم نے کوئی حساب نہیں رکھا۔" (قادیانی روایات مندرجہ اخبار الفضل قادیان نمبر ۲۰۱ جلد ۲۴ مورخہ ۲۸/ اگست ۱۹۳۶ء)

"حضرت مسیح موعود (مرزا قادیانی) نے گھر میں بہت اظہار رنج فرمایا ہے کہ باوجود میرے بتانے کے کہ خدا کا منشا یہی ہے کہ میرے وقت میں لنگر کا انتظام میرے ہی ہاتھ میں رہے اور اگر اس کے خلاف ہوا تو لنگر بند ہو جاوے گا' مگر یہ خواجہ وغیرہ ایسے ہیں کہ بار بار مجھے کہتے ہیں کہ لنگر کا انتظام ہمارے سپرد کر دو اور مجھ پر بدظنی کرتے ہیں۔" (کشف الاختلاف ص ۱۴ مصنفہ سرور شاہ قادیانی)

مرزا صاحب کے متعلق مریدوں کا حسن ظن:

مالی معاملات میں بے قاعدگیوں لنگر خانے کی بدانتظامی اور مرزا صاحب کے بیجا گھریلو اخراجات کے متعلق ایک موقع پر خواجہ کمال الدین نے غصہ میں مولوی محمد علی صاحب کو مخاطب کر کے کہنا شروع کیا:

"یہ کیسی غضب کی بات ہے کہ آپ جانتے ہیں کہ قوم کا روپیہ کس محنت سے جمع ہوتا ہے اور جن اغراض قومی کے لئے وہ اپنا پیٹ کاٹ کر روپیہ دیتے ہیں' وہ روپیہ ان اغراض میں صرف نہیں ہوتا بلکہ بجائے اس کے شخصی خواہشات (مرزا صاحب کی) میں صرف ہوتا ہے' اور پھر روپیہ بھی اس قدر کثیر ہے کہ اس وقت جس قدر قومی کام آپ نے شروع کئے ہوئے ہیں اور روپیہ کی کمی کی وجہ سے پورے نہیں ہو سکتے اور ناقص حالت میں پڑے ہوئے ہیں اگر یہ لنگر کا روپیہ اچھی طرح سے سنبھالا جائے تو اکیلے اسی سے وہ سارے کام پورے ہو سکتے ہیں۔" (کشف الاختلاف ص ۱۵)

"خواجہ صاحب نے ایک ڈیپوٹیشن کے موقع پر جو کہ عمارت مدرسہ کا چندہ لینے گیا تھا' مولوی محمد علی سے کہا کہ حضرت (مرزا) صاحب آپ تو بڑے عیش و آرام سے زندگی بسر کرتے ہیں اور ہمیں تعلیم دیتے ہیں کہ اپنے خرچ گھٹا کر چندہ دو' جس کا جواب مولوی محمد علی نے یہ دیا کہ: ہاں اس کا

انکار تو نہیں ہوسکتا مگر بشریت ہے۔“ (میاں محمود کا خط بنام مولوی نورالدین مندرجہ حقیقت اختلاف از مولوی محمد علی صاحب ص ۵۲)

مرزا صاحب کا مریدوں پر غصہ ہونا:

”جو شخص کچھ دے کر مجھے اسراف کا طعنہ دیتا ہے وہ میرے پر حملہ کرتا ہے' ایسا حملہ قابل برداشت نہیں...... میں ایسے لوگوں کو مرے ہوئے کیڑے کی طرح بھی نہیں سمجھتا جن کے دلوں میں بدگمانیاں پیدا ہوتی ہیں' میں تاجر نہیں ہوں کہ کوئی حساب رکھوں' میں کسی کمیٹی کا خزانچی نہیں کہ کسی کو حساب دوں۔“ (مرزا غلام احمد قادیانی کا ارشاد مندرجہ اخبار الحکم مورخہ ۱۲ مارچ ۱۹۰۵ء ملفوظات جلد ۷ ص ۳۲۵)

”آپ (مرزا صاحب) نے فرمایا کہ آج خواجہ صاحب مولوی محمد علی کا ایک خط لے کر آئے اور کہا کہ مولوی محمد علی نے لکھا ہے کہ لنگر کا خرچ تو تھوڑا سا ہوتا ہے' باقی ہزاروں روپیہ جو آتا ہے وہ کہاں جاتا ہے؟ اور گھر میں آکر آپ (مرزا صاحب) نے بہت غصہ ظاہر کیا کہ کیا یہ لوگ ہم کو حرام خور سمجھتے ہیں؟ ان کو روپیہ سے کیا تعلق' اگر آج میں الگ ہوجاؤں تو سب آمدن بند ہوجائے۔“ (میاں محمود کا خطبہ بنام مولوی نورالدین' مندرجہ حقیقت اختلاف مصنفہ مولوی محمد علی صاحب ص ۵۲)

قادیان کی ترقی کا مرزائی تخیل اور مریدوں کو ترغیب:

”ہم نے کشف میں دیکھا کہ قادیان ایک بڑا عظیم الشان شہر بن گیا ہے اور انتہائی نظر سے بھی پرے تک بازار نکل گئے' اونچی اونچی دومنزلی چومنزلی یا اس سے بھی زیادہ اونچے اونچے چبوتروں والی دکانیں عمدہ عمارت کی بنی ہوئی ہیں اور موٹے موٹے سیٹھ بڑے بڑے پیٹ والے جن سے بازاروں کو رونق ہوتی ہے' بیٹھے ہیں اور ان کے آگے جواہرات اور لعل اور موتیوں اور ہیروں روپوں اور اشرفیوں کے ڈھیر لگ رہے ہیں۔“ (ارشاد مرزا غلام احمد قادیانی مندرجہ اخبار الحکم مورخہ ۳ اپریل ۱۹۰۲ء)

مگر افسوس مرزا صاحب کا یہ خواب آج تک شرمندۂ تعبیر نہ ہوسکا!!

بہشتی مقبرہ...... پیسے بٹورنے کا نیا ہتھکنڈا:

”تو خدا نے مجھے وحی کی اور ایک زمین کی طرف اشارہ کرکے فرمایا کہ یہ وہ زمین ہے جس کے نیچے جنت ہے۔ پس جو شخص اس میں دفن کیا گیا وہ جنت میں داخل ہوا اور وہ امن پانے والوں میں سے ہے۔“ (روحانی خزائن جلد ۲۲ ص ۶۷۵)

بہشتی مقبرے میں داخلے کی شرائط:

☆...... پہلی شرط یہ ہے کہ ہر ایک شخص جو اس قبرستان میں مدفون ہونا چاہتا ہے وہ اپنی حیثیت کے لحاظ سے ان مصارف کے لئے چندہ داخل کرے۔

☆...... دوسری شرط یہ ہے کہ پوری جماعت میں سے اس قبرستان میں وہی مدفون ہوگا جو یہ وصیت کرے جو اس کی موت کے بعد دسواں حصہ اس کے تمام ترکے کا حسب ہدایت اس سلسلے کے اشاعت اسلام اور تبلیغ احکام قرآن میں خرچ ہوگا اور ہر ایک صادق اور کامل الایمان کو اختیار ہوگا کہ وہ اس سے بھی زیادہ لکھ دے۔

☆...... تیسری شرط یہ ہے کہ اس قبرستان میں دفن ہونے والا متقی ہو اور محرمات سے پرہیز کرتا ہو اور کوئی شرک اور بدعت کا کام نہ کرتا ہو۔ (الوصیت' روحانی خزائن جلد ۲۰ ص ۳۱۶'۳۱۷)

”حضرت مسیح موعود نے فرمایا ہے جو وصیت نہیں کرتا وہ منافق ہے' اور وصیت کا کم از کم چندہ ۱/۱۰ حصہ مال رکھا ہے۔“ (منہاج الطالبین مجموعہ تقریر مرزا محمود ص ۱۹)

گویا مرزا صاحب کے نزدیک اس نام نہاد بہشتی مقبرے میں داخلے کے لئے سب سے اہم چیز پیسہ تھی' جو پیسہ دے گا وہ جنت میں داخل ہوگا' پھر تیسرے نمبر پر تقویٰ کا ذکر ہے' جو غریب ہو اگرچہ متقی ہی کیوں نہ ہو وہ تو مارا گیا۔ سبحان اللہ! اگر کوئی حق کا متلاشی ہے تو یہی ایک چیز اس تحریک احمدیت کا پول کھولنے کے لئے کافی ہے۔

پیسہ' پیسہ' اور پیسہ ایک وجہ تھی کہ مرزا صاحب انگریز سامراج کے ہاتھوں کھلونا بنے اور ان کے مذموم عزائم کو پایہ تکمیل تک پہنچایا۔ وہ مذموم عزائم کیا تھے جس کے لئے مرزا غلام احمد قادیانی صاحب نے اپنے ایمان کا سودا کیا؟

مرزا قادیانی کی زندگی کی کہانی' مرزا صاحب کی اپنی زبانی:

۱۹۰۷ء اپنی عمر کے اختتام پر مرزا صاحب اپنی گزشتہ زندگی پر نظر ڈالتے ہوئے بڑے مطمئن انداز میں فرماتے ہیں:

”ہماری معاش اور آرام کا تمام مدار ہمارے والد صاحب کی محض ایک مختصر آمدنی پر منحصر تھا اور بیرونی لوگوں میں سے ایک شخص بھی مجھے نہیں جانتا تھا اور میں ایک گمنام انسان تھا جو قادیان جیسے گاؤں میں

باقی صفحہ 25 پر

یقین ماڈل اسکول

ایک منفرد 'O' & 'A' لیول تعلیمی ادارہ اسلامی ماحول میں۔ قرآن حفظ یا ناظرہ کی خوبی دامن گیر کیے ہوئے جو لڑکوں اور لڑکیوں کے علیحدہ علیحدہ برانچوں پر مشتمل ہے۔

☆ امسال ہونہار طلباء وطالبات کو "وظائف" کی بھی پیشکش کرتا ہے ☆

پروگرام برائے امتحان وظیفہ۔ جماعت چہارم تا نہم

رجسٹریشن: یکم مارچ 2004 سے جاری ہے .... (صبح 9 بجے تا 3 بجے شام) - پیر تا جمعہ

امتحانات:

ہفتہ 24 اپریل 2004	انگریزی - 08:30 تا 10:00	اردو - 10:30 تا 12:00
اتوار 25 اپریل 2004	ریاضی - 08:30 تا 10:00	جنرل سائنس - 10:30 تا 12:00

☆ نتیجہ واعلان داخلہ: جمعہ 30 اپریل 2004 ☜ 09:00 تا 12:00 ☆

☆ مزید برآں ادارہ — حافظ طلباء وطالبات ☆

کو سریع رفتار کلاسوں کے ذریعے مختصر مدت میں انکی کمزوریوں کو دور کرتے ہوئے انکی عمر اور صلاحیت کے مطابق مطلوبہ سطح پر لا کر عصری تعلیمی دھارے میں شامل کرے گا۔ انشاء اللہ

رجسٹریشن: یکم مارچ 2004 سے جاری ہے .... (صبح 9 بجے تا 3 بجے شام) - پیر تا جمعہ

داخلہ ٹیسٹ ہر جمعرات

بیرون ملک پاکستانی بھی اس پیشکش سے استفادہ کرسکتے ہیں

ہمارے رابطے:

فون: 4542104، 4542981، 4522560

3، ماڈرن ہاؤسنگ سوسائٹی بلاک 7/8 اے ایم یعقوبی روڈ فائن ہاؤس شاہراہ فیصل۔ کراچی

ای میل: yaqeenmodel@hotmail.com

اسلامی تقویم سن ہجری کی ابتداء

مولانا امیر احمد قاسمی

اس سینہ گیتی پر آباد تمام اقوام و مذاہب لین دین' خرید و فروخت' معاملات' معاہدات' عبادات دیگر چیزوں میں تاریخ و یوم کا التزام و اہتمام کرتی تھیں اور کسی نہ کسی اہم اور بڑے واقعات سے ہی سن کی ابتداء مانتی تھیں' چنانچہ بہت پہلے فارسیوں نے اپنے کسی بادشاہ کی طرف نسبت کرتے ہوئے "تاریخ فارسی" یعنی سن فارسی کا اجرا کیا' اور سن ہجری کے آغاز سے تقریباً ۸۹۲ سال قبل رومیوں نے اپنے بادشاہ اسکندر بن فلپس المقدونی کی طرف منسوب "تاریخ رومی" یعنی سن رومی کی ابتداء کی۔ نیز سن ہجری سے تقریباً ۶۳۷ سال پہلے ہی راجہ بکرماجیت کی طرف منسوب "تاریخ ہندی" "سن فصلی" وجود میں آئی۔ اسی طرح سن ہجری سے کم و بیش ۵۸۰ سال قبل حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی طرف انتساب کرتے ہوئے سن عیسوی شمسی وجود میں آئی۔ (ایک عالمی تاریخ صفحہ ۱۱)

اس کے علاوہ زمانہ جاہلیت میں بھی بڑے بڑے واقعات کی یادداشت کے خاطر سن کا آغاز کیا گیا۔ مثلاً بنی اسماعیل نے نار ابراہیمی سے سن کا آغاز مانا' پھر کچھ دنوں کے بعد حضرت ابراہیم و حضرت اسماعیل علیہ السلام کی تعمیر بیت اللہ سے سن کی ابتداء قرار دی گئی' اور اس کے بعد ایک زمانہ تک کعب بن لوی کی وفات سے سال کا اعتبار ہوتا تھا۔ پھر اصحاب فیل کے واقعہ کے ساتھ سن کا حساب جوڑ دیا گیا' لیکن یہ بات یاد رہے کہ مذکورہ تمام سنین میں سن عیسوی شمسی اور سن فصلی ہندی کی زیادہ شہرت ہوئی اور ان ہی دونوں سنوں سے زیادہ تر اپنی سابقہ یادداشتوں کا حساب کیا جانے لگا۔ (البدایہ والنہایہ ج ۳ ص: ۲۲۷' الفاروق ج ۲ ص ۱۵)

پھر سن ۱۶ ہجری یا ۱۷ ہجری یا ۱۸ ہجری علی اختلاف الاقوال خلیفہ ثانی حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دور خلافت میں ایک اور سن کا آغاز ہوا' جو سن ہجری کے نام سے موسوم ہوا' اور اس کی ابتداء ہجرت کے سال سے قرار دی گئی جو آج تک جاری و ساری ہے۔ (البدایہ والنہایہ ج ۳ ص: ۲۳۶' الفاروق ج ۲ ص ۶۵)

اسلام میں سن ہجری کی ابتداء کس طرح ہوئی:

امیر المومنین حضرت فاروق اعظمؓ کی خلافت کے زمانہ میں آپ کی خدمت میں ایک چک پیش کیا گیا' جس میں صرف شعبان کا لفظ لکھا ہوا تھا' تو اسے دیکھ کر خلیفۃ المسلمین نے ارشاد فرمایا کہ مذکورہ چک میں یہ کیسے معلوم ہو کہ موجودہ شعبان مراد ہے یا گزشتہ۔ بعض مورخین نے سن ہجری کے آغاز کے بارے میں دوسرا واقعہ نقل کیا ہے کہ دور فاروقی میں حاکم یمن حضرت ابو موسیٰ اشعری نے امیر المومنین حضرت عمرؓ کو لکھا کہ آپ کی جانب سے جتنی تحریریں موصول ہوتی ہیں' ان پر تاریخ کا اندراج نہیں ہوتا ہے کہ کون سی تحریر کس وقت کی ہے' اس لئے تاریخ کے اندراج کا اہتمام کیا جائے۔

چنانچہ اسی وقت صحابہ کرامؓ کی مجلس شوریٰ طلب کی گئی۔ جس میں کبار صحابہ جمع ہوئے اور مسئلہ مذکورہ میں تبادلہ خیال کیا گیا' موجودہ صحابہ میں سے ایک صحابی نے رائے دی کہ فارسیوں کی تقلید کی جائے اور اس کے لئے ہرمزان' شاہ خورستان کو جو مشرف باسلام ہو کر مدینہ منورہ میں مقیم تھا طلب کیا گیا اور اس نے کہا کہ ہمارے یہاں اندراج تاریخ کے لئے جو حساب رائج ہے' اس کو "ماہ روز" کہتے ہیں' اور اس میں مہینہ اور تاریخ دونوں کا تذکرہ ہوتا ہے۔ چونکہ اہل فارس اپنے بادشاہوں میں سے کسی بادشاہ سے تاریخ کا آغاز کرتے تھے جس کے باعث مذکورہ قول ناپسند کیا گیا۔

اس کے بعد ایک دوسرے صحابیؓ نے رومیوں کی تقلید کا مشورہ دیا' لیکن اتفاق سے وہ بھی اپنے بادشاہ اسکندر بن فلپس المقدونی سے سن کی ابتداء قرار

دیتے تھے' جس کی وجہ سے یہ قول بھی رد کر دیا گیا' پھر بعض صحابہؓ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت باسعادت اور بعض نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال سے تاریخ کی ابتدا کئے جانے کی رائے دی کہ بڑا عظیم واقعہ ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس قول کو ناپسند قرار دے کر فرمایا کہ اس سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کا صدمہ برابر تازہ ہوتا رہے گا' تو بعض نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت پر تاریخ کی بنیاد رکھنے کی طرف نشان دہی کی' لیکن خلیفہ ثانی نے اس قول کو یہ فرماتے ہوئے رد کر دیا کہ یہ تاریخ اور بھی زیادہ رنج والم کا باعث بنے گی' کیونکہ اس زمانے میں ہم لوگ کفر وضلالت کی دلدل میں پھنسے ہوئے تھے۔ اور بالآخر حضرت علی کرم اللہ وجہہ و دیگر صحابہ کرامؓ نے اس مسئلہ لاینحل کی گرہ کشائی کرتے ہوئے ہجرت سے سن ہجری کی ابتدا کا مشورہ دیا اور فرمایا کہ ہجرت کے وقت سے ہی اسلام کو قوت غلبہ' کامیابی' فتح ونصرت اور دولت اسلام دن بدن ترقی ہونی شروع ہوگئی تھی۔ اس لئے اسلامی تاریخ اور سن کی بنیاد ہجرت مدینہ منورہ کے عظیم الشان تاریخی واقعہ پر رکھا جانا زیادہ ہی موزوں اور مناسب ہوگا۔ چنانچہ امیر المومنین حضرت عمر فاروقؓ نے اسی آخری قول کو ترجیح دیتے ہوئے سن ہجری کی ابتدا ہجرت کے عظیم اور اہم واقعہ سے قرار دیا' اور اسی قول پر تمام صحابہ کرامؓ کا اتفاق واجماع ہوگیا اور اس طرح اسلام میں سن ہجری کی ابتدا عمل میں آئی۔ (البدایہ والنہایہ ج ۳ ص:۲۳۶' الفاروق ج ۲ ص ۶۵)

باتفاق صحابہ کرامؓ واقعہ ہجرت سے سن ہجری کے آغاز پر بخاری شریف میں روایت ہے:

"حضرت سہل بن سعدؓ نے فرمایا کہ صحابہ کرامؓ نے سن ہجری کی ابتدا نہ تو آپ کی بعثت سے قرار دیا اور نہ ہی آپ کے وصال' بلکہ سن کا آغاز آپ کے قدوم مدینہ (ہجرت) کے وقت سے ہی قرار پایا۔"

علامہ واقدی نے نقل کیا ہے کہ حضرت عمرؓ نے سن وتاریخ کے بارے میں صحابہ کرامؓ سے مشورہ کیا تو صحابہ کرامؓ نے ہجرت کے عظیم واقعہ سے ہی سن ہجری کی ابتدا کرنے پر اجماع واتفاق کیا۔

اسی طرح ابوداؤد طیالسی نے سن ہجری کی ابتدا میں تفصیلی واقعہ تحریر کرتے ہوئے ہجرت سے ہی سن کے آغاز پر صحابہ کرامؓ کا اجماع نقل کیا ہے۔

یاد رہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی مدینہ آمد ماہ ربیع الاول میں ہوئی تھی' جس کا تقاضا یہ تھا کہ سن ہجری کی ابتدا ماہ ربیع الاول سے ہوتی' لیکن عرب کا دستور تھا کہ وہ محرم الحرام سے سال کا آغاز مانتے تھے اس لئے جب صحابہ کرام نے سن ہجری کی ابتدا کا ہجرت سے ہونے پر اتفاق واجماع کر لیا تو عرب کے دستور کے مطابق ماہ محرم الحرام ہی سے سال کے آغاز کا نفاذ کیا گیا۔

چنانچہ علامہ ابن جریرؒ نے نقل کیا ہے کہ رئیس المفسرین حضرت عبداللہ بن عباسؓ فرمان باری "والفجر O ولیال عشر O" کی تفسیر میں "والفجر" سے محرم کا مہینہ یعنی سال کی فجر مراد لیتے ہیں اور عبیداللہ ابن عمیر سے منقول ہے کہ محرم اللہ کا مہینہ ہے اور وہی سال کا شروع ہے۔ جس ماہ میں لوگ بیت اللہ کو سونے کا کام کیا ہوا غلاف پہناتے تھے اور اسی ماہ سے لوگ تاریخ شمار کرتے تھے۔ اسی طرح احمد بن حنبلؒ فرماتے ہیں کہ یعلی بن امیہ نے ملک یمن میں سن تحریر کرنے کی ابتدا کی ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ماہ ربیع الاول مدینہ تشریف لائے' لیکن لوگوں نے سن ہجری کی ابتدا کو محرم الحرام سے قرار دے دیا۔ (ایک عالمی تاریخ صفحہ ۱۲)

ہجرت کا اسلام میں موثر کردار:

عہد عمری میں صحابہ کرامؓ کا واقعہ ہجرت سے سن کے آغاز پر اتفاق کرنا اس بات کی واضح علامت ہے کہ ہجرت کا اسلام میں بڑا نمایاں اور موثر کردار رہا ہے۔ چنانچہ ہجرت کے بعد ہی غزوہ بدر' غزوہ احد' غزوہ بنی مصطلق' غزوہ خندق' صلح حدیبیہ' فتح خیبر' جنگ موتہ' فتح مکہ' غزوہ حنین' غزوہ تبوک وغیرہ غزوات وسرایا پیش آئے۔ جس کی وجہ سے کفار ومشرکین ودیگر معاندین اسلام کا غرور ٹوٹا اور انہوں نے پسپائی قبول کی۔ اسلام کو عزت اور غلبہ حاصل ہوا۔ اسلام اور متبعین اسلام کو پھلنے پھولنے کا موقع ملا۔ دینی ودنیاوی کاموں میں ترقی کے موانع ختم ہوئے۔ ہجرت کے بعد ہی ملکوں کے فتوحات کا سلسلہ شروع ہوا۔ نیز ہجرت کے بعد ہی کھلے طور پر عبادت کرنے کی آزادی ملی اور مساجد وغیرہ کا قیام عمل میں آیا' جس کے ذریعہ مسلمانوں کو اپنے رب سے رشتہ مضبوط کرنے کا مزید موقع فراہم ہوا اور سب سے اہم امر یہ کہ ایک اسلامی مملکت واسلامی حکومت کا قیام وجود میں آیا' جس کے ذریعہ تمام احکامات کی ترویج واشاعت اور اس کو عملی جامہ پہنانے کا میدان ہاتھ آیا۔

الحاصل ہجرت کے بعد ہی اسلام کو کامل ومکمل قوت وغلبہ اور بے نظیر ترقی وکامیابی حاصل ہوئی۔ (البدایہ والنہایہ ج ۳ ص: ۲۳۲)

سن ہجری سے حساب آسان ہوتا ہے:

موجودہ وقت میں جتنے بھی سن مروج ہیں' ان میں کسی نہ کسی نوع سے دشواری ضرور ہے اور اس کا

ادراک ہر شخص کے بس کی بات نہیں ہے۔ مثلاً سن عیسوی شمسی میں مہینوں کے ایام کی تعداد میں تفاوت نہیں ہے' کوئی مہینہ ۲۸ یوم کا' کوئی ۲۹ یوم کا' کوئی ۳۰ یوم کا' کوئی ۳۱ یوم کا ہوتا ہے۔ اب اس سن کے مہینوں کے ایام کے فرق کو حسابی قانون سے واقف اور قواعد ریاضیہ میں ماہر شخص ہی بآسانی سمجھ سکتا ہے کہ کون سا مہینہ کس سال میں کتنے دن کا ہوگا۔ اسی طرح سن فصلی (ہندی سال) جس میں چیت' بیساکھ' جیٹھ' اساڑھ وغیرہ مہینے ہوتے ہیں۔ ناخواندہ اور دیہات کے لوگ تو اس کے مہینوں کو یاد رکھتے ہیں' مگر ہر تیسرے سال یا حسب موقع جب بھی ایک ماہ کا لوند لگتا ہے تو اس وقت ان کو بھی اس کے سمجھنے میں دشواری ہوتی ہے۔

اس کے بالمقابل سن ہجری اور اس کے مہینوں کا یاد رکھنا بہت آسان ہے' اس کو ہر آنکھ والا طلوع چاند کے وقت آسمان پر نگاہ ڈال کر معلوم کرسکتا ہے اور ہر عالم' جاہل' دیہاتی' شہری' خواہ وہ کہیں کا بسنے والا ہو' بآسانی جان سکتا ہے کہ مہینہ ۳۰ دن کا ہے یا ۲۹ دن کا ہے اور اس کے ادراک کے لئے حساب کے قانون کی بالکل ضرورت نہیں پڑتی۔ چاند دیکھ کر ایک مہینہ کا آغاز اور دوسرے کا اختتام ہوتا ہے۔ نیز مذکورہ سن میں سال بھر میں کسی حذف واضافہ وغیرہ کی ضرورت بھی پیش نہیں آتی ہے۔ (اصح السیر)

سن ہجری سے حساب کا شرعی حکم:

قرآنی نصوص سے یہ واضح اشارہ ملتا ہے کہ شریعت مطہرہ میں سن ہجری کا حساب متعین ہے۔ اکثر عبادات اور احکام شریعہ خصوصاً ان عبادات میں جن کا تعلق کسی مخصوص مہینے اور اس کی تاریخوں سے ہے۔ جیسے رمضان المبارک کے روزے' حج بیت اللہ' عیدین' عدت اور طلاق وغیرہ کہ مذکورہ اعمال کے وجود کا دارومدار سن ہجری کے ذریعہ حساب پر ہوتا ہے' اس لئے اس کی حفاظت اور انضباط فرض کفایہ ہے۔ (معارف القرآن ج اول ص:۴۶۸' بیان القرآن ج اول ص:۱۰۷'۱۰۸)

اور فرض کفایہ شرعاً مطلوب ہے' بنا بریں سن ہجری کے ذریعہ حساب بھی شرعاً مطلوب ومقصود ہے۔ البتہ بضرورت سن عیسوی یا سن فصلی یا دیگر سنین کے ذریعہ حساب کی گنجائش ہے' لیکن تاریخ کے اندراج کے وقت تطبیق کی راہ اختیار کرتے ہوئے تاریخ وسن ہجری اور اس کے بعد عیسوی شمسی تاریخ و سن تحریر کرنا چاہئے' کیونکہ سن وتاریخ ہجری کے ساتھ حساب اسلامی شعار اور شناخت ہے' جس سے بے اعتنائی اور غفلت غیرت اسلامی کے خلاف ہے۔ (بیان القرآن ج:اول' صفحہ ۱۰۸)

☆☆......☆☆

بقیہ مرزا کے مالی معاملات

زاویہ گمنامی میں پڑا ہوا تھا' پھر بعد اس کے خدا نے اپنی پیشگوئی کے موافق ایک دنیا کو میری طرف رجوع دے دیا اور ایسی متواتر فتوحات سے مالی مدد کی جس کا شکریہ بیان کرنے کے لئے میرے پاس الفاظ نہیں مجھے اپنی حالت پر خیال کر کے اس قدر بھی امید نہ تھی کہ دس روپیہ ماہوار بھی آئیں گے مگر خدا تعالیٰ جو غریبوں کو خاک میں سے اٹھاتا ہے اور متکبروں کو خاک میں ملاتا ہے اس نے ایسی میری دستگیری کی کہ میں یقیناً کہہ سکتا ہوں کہ اب تک تین لاکھ کے قریب روپیہ آچکا ہے۔" (حقیقت الوحی' روحانی خزائن جلد۲۲ ص۲۲۰ مصنف مرزا غلام احمد قادیانی)

گویا مرزا صاحب نے خود ہی اپنی ساری زندگی کا خلاصہ نہایت مناسب انداز میں بیان کردیا۔ احمدیت/قادیانیت اور اس کے بانی مرزا غلام احمد قادیانی کے دجل اور فریب کا پردہ چاک ہوچکا ہے۔ اس کے بانی کا مقصد ہی پیسہ کمانا تھا اور آج بھی جماعت اپنے نام نہاد نبی کی اسی سنت پر عمل پیرا ہے۔ جماعت میں چندوں کی بھرمار ہے۔ مسلمانوں کی مجبوری' غربت و افلاس' جہالت اور قادیانیت سے ناواقفیت سے فائدہ اٹھا کر یہ جماعت ترغیب وتحریص کے مختلف ہتھکنڈوں سے ان کو اپنے جال میں پھانسنے میں معروف ہے۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ مسلمانوں کو اس فتنے سے اپنی پناہ میں رکھے اور جماعت کے چنگل میں پھنسے ہوئے لوگوں کو حق وباطل میں تمیز کرنے کی توفیق دے کر ان کو دائرہ اسلام میں واپسی کی سعادت عطا فرمائے۔ آمین۔ (ختم شد)

☆☆......☆☆

حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: عرفہ کے دن کی بہترین دعا اور بہترین کلمہ جو میری زبان سے اور مجھ سے پہلے نبیوں کی زبان سے ادا ہوا یہ کلمہ ہے:"لا الہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ له الملک والحمد وهو علی کل شیء قدیر" (اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں' وہی ایک معبود ہے' کوئی اس کا ساجھی اور شریک نہیں' اسی کی فرمانروائی ہے' صرف اسی کے لئے حمد وستائش سزاوار ہے ہر چیز اس کے زیر قدرت رہی۔) (جامع ترمذی)

جرمنی میں اسلام کی مقبولیت

حال ہی میں اسلام اور مسلمانوں کے تئیں جرمن قوم کا نظریہ معلوم کرنے کے لئے ایک سروے کیا گیا' جس کے نتائج نے سروے کرنے والوں کو اچنبھے میں ڈال دیا' سروے میں شامل اکثر لوگوں کی رائے اسلام کے سلسلہ میں مثبت ہے' ان کا یہ خیال ہے کہ جرمنی میں رہنے والے مسلمان دوسروں کے ساتھ عفو ودرگزر گرم گستری اور رواداری کا معاملہ کرتے ہیں۔

جرمن قوم میں اسلام کی مقبولیت جاننے کے لئے ''ادینا ورکونارڈ'' نامی ایک جرمن ادارہ نے سروے کرایا' جس کے نتائج اس بات کی تردید کرتے ہیں کہ یورپین معاشرے اسلام قبول نہیں کرتے۔

''اسلام اور جرمن قوم کا نظریہ'' کے عنوان سے ایک سروے کرایا گیا' جس میں جرمنی کے ہر گوشے سے تقریباً ایک ہزار افراد شریک تھے' اکثر کی رائے یہ تھی کہ مسلمانوں کو بغیر کسی قید و بند اپنے دینی شعائر پر عمل کرنے کے مواقع فراہم کئے جائیں۔

سروے میں شریک اکیانوے فیصد کا کہنا ہے کہ سارے انسان اللہ کے نزدیک برابر ہیں جب کہ چھیاسٹھ فیصد اسلام پر عیسائیت کی فوقیت و برتری کے منکر ہیں۔

سروے کے ایک نگراں افسر ''اولیبرک مولند روف'' نے سروے کے نتائج کو حیرت انگیز قرار دیا ہے اور ''الیفین ڈیمر بوکین'' جنہوں نے فرانسیسی حکومت میں غیر ملکیوں کے امور کے مشیر کی حیثیت سے پندرہ سال کام کیا ہے' ان کا کہنا ہے کہ سروے کے نتائج حیران کن اور غیر متوقع ہیں۔

''ڈیمر بوکین'' کا یہ بھی کہنا ہے کہ حقیقت میں نتائج میرے لئے حیران کن ہیں' کیونکہ جرمنی کی موجودہ صورت حال اس کے برعکس تھی۔

''مولند روف'' نے اس بات کی طرف بھی

نجیب اللہ فتح پوری

اشارہ کیا ہے کہ جرمنی کا علمی طبقہ اسلام کے حق میں نرم گوشہ رکھتا ہے' خاص طور سے وہ لوگ جو مسلمانوں کے ساتھ معاشرتی روابط رکھتے ہیں۔

سروے سے یہ بات بھی معلوم ہوئی ہے کہ سابق کمیونسٹ مشرقی جرمنی کے باشندے اسلام کے تئیں مغربی جرمنی کے باشندوں کے مقابلہ میں زیادہ محتاط ہیں۔

''مولند روف'' نے مسلمانوں اور جرمن قوم کے مابین مذاکرات جاری رکھنے کی ضرورت پر زیادہ زور دیا ہے اور کہا ہے کہ ہمیں ایک دوسرے کے خیالات سے واقف ہونا چاہئے' آپسی تعلقات کو فروغ دینا چاہئے' جس میں کوئی سیاسی مفاد شامل نہ ہو۔

جرمن میں مسلمانوں کی تعداد ۳ ملین ہے اس اعتبار سے ''پروٹسٹنٹ'' اور کیتھولک کے بعد جرمن میں اسلام دوسرے نمبر کا مذہب سمجھا جاتا ہے' مسلمانوں اور جرمن قوم کے درمیان امن وآشتی کا تعلق ہے باوجود اس کے کہ کبھی شدت پسندوں کی طرف مساجد بنانے' اذان دینے کے لئے لاؤڈ اسپیکرز استعمال کرنے کی وجہ سے جھڑپیں بھی ہوجاتی ہیں' لیکن امریکہ میں ۱۱/ستمبر کو ہونے والے حملہ کے بعد اس تعلق میں کشیدگی پیدا ہوگئی ہے' خاص طور سے اس وقت جب ''ہامبوغ'' میں ایک ایسی جگہ کا انکشاف ہوا تھا جہاں پر حملہ کے مشتبہ افراد روپوش تھے۔

اسی طرح جرمنی قانون کے بعض دفعات کی توضیح وتشریح میں بھی اختلافات رونما ہوئے ہیں' خصوصاً اس دفعہ میں جو دینی آزادی سے تعلق رکھتا ہے' ان اختلافات میں ایک حجاب کا مسئلہ بھی ہے جو عدالت میں زیر غور ہے۔ اس کی تفصیل یہ ہے کہ ایک مسلم استانیہ کو کام کے دوران اسکارف لگانے کی وجہ سے کام سے روک دیا گیا ہے' یہ مسئلہ بعد میں جرمن کی سب سے بڑی عدالت ''فیڈرل'' عدالت میں

پہنچ گیا۔

"ڈیموبوکین" نے اس بات پر افسوس کا اظہار کیا ہے کہ اس مسئلہ کی بڑی پیمانے پر تشہیر کی گئی اور کہا کہ افسوس کی بات یہ ہے کہ جب اس طرح کے مسائل عدالت میں پہنچتے ہیں پھر ان کا فیصلہ رائے عامہ کے مطابق ہوتا ہے۔

ڈیمر بوکن نے اس بات کی طرف بھی اشارہ کیا ہے کہ مسلمان اور جرمن قوم کے مابین حائل خلیج کو پاٹنے کا واحد ذریعہ یہی ہے کہ جرمن حکومت سرکاری اسکولوں اور کالجوں میں دین اسلام کی تعلیم کی اجازت دے دے' جیسا کہ عیسائی مذہب کو اجازت حاصل ہے۔

یہ بات کہی جاتی ہے کہ اسلامی مواد کو سرکاری اسکولوں میں داخل کرنے کی اجازت نہیں ملے گی' بلکہ صرف ان اسکولوں میں مل سکتی ہے جسے اسلامی تنظیمیں چلا رہی ہیں۔

ڈیمر بوکین نے کہا کہ یہی وجہ ہے کہ جرمن عوام اسلامی تعلیمات سے اچھی طرح واقف نہیں ہے۔

ڈیمر بوکین نے کہا کہ جرمن قوم کے لئے ضروری ہے کہ مسلمانوں کے عادات و اطوار کو اپنائیں اور اپنی عورتوں کو سمجھائیں کہ مسلم عورتوں کے نقاب پہننے اور اسکارف لگانے کو شخصی اور ذاتی مسئلہ سمجھیں اس کے لئے ضروری ہے کہ اسلام سے واقفیت پیدا کی جائے اور یہ اسی وقت ہوسکتا ہے جب کہ اسکولوں اور کالجوں میں دین اسلام سے واقف کرایا جائے' ان کے سامنے اسلام کی صحیح تصویر پیش کی جائے۔ (العالم الاسلامی مکہ مکرمہ)

☆☆.........☆☆

ایک زائرِ حرم کے تأثرات

محمد ثانی حسنیؒ ندوی

زہے بخت ہم بھی حرم دیکھ آئے ۔۔۔ خدا کا کرم تھا کہ ہم دیکھ آئے
خوشا کعبۂ محترم دیکھ آئے ۔۔۔ طواف اس کا ہم دم بدم دیکھ آئے
لپٹ کر اور آنکھوں سے آنسو بہا کر ۔۔۔ درِ کعبۂ و ملتزم دیکھ آئے
مقام ابراہیم اور سنگ اسود ۔۔۔ انہیں دیدہ و دل بہم دیکھ آئے
صفا اور مروہ حطیم اور زمزم ۔۔۔ مطاف اور صحنِ حرم دیکھ آئے
کھڑے ہو کر میزاب رحمت کے نیچے ۔۔۔ گھٹا رحمتِ حق کی ہم دیکھ آئے
منیٰ اور مزدلفہ عرفات جاکر ۔۔۔ خدا کا کرم ہر قدم دیکھ آئے
خدا کے حضور اہل ہوش و خرد کو ۔۔۔ بچشم تر و سر بخم دیکھ آئے
مدینہ کی پاکیزہ گلیوں میں پھر کر ۔۔۔ مدینہ کے اہل کرم دیکھ آئے
بقیع و احد کے مقابر مشاہد ۔۔۔ انہیں جاکے بچشم نم دیکھ آئے
وہ منبر تا روضہ جنت کی کیاری ۔۔۔ اسے دیکھ گویا ارم دیکھ آئے
لبوں پر درود و سلام مسلسل ۔۔۔ حضورِ شفیع الامم دیکھ آئے
بیان کر نہیں سکتے کیفیت اس کی ۔۔۔ مواجہ پہ جاکر جو ہم دیکھ آئے

دیارِ حرم الغرض ہم پہنچ کر
خدا کا کرم ہی کرم دیکھ آئے

وفاق المدارس العربیہ پاکستان کا مستحسن اقدام

ملک بھر کے مدارس سے اپیل

نئے تعلیمی سال شوال المکرم 1423ھ سے وفاق المدارس العربیہ پاکستان نے درجہ عالمیہ سال اول میں کتاب ''آئینہ قادیانیت'' کو شامل نصاب کیا ہے۔ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے ذمہ داران نے ارباب وفاق المدارس سے وعدہ کیا تھا کہ یہ کتاب مدارس اور طلباء کو اصل لاگت پر مہیا کی جائے گی۔ ''آئینہ قادیانیت'' تین صد صفحات کی کتاب ہے۔ خوبصورت مجلد رنگین ٹائٹل، عمدہ کاغذ وطباعت جس کی لاگت قیمت پچاس روپے رکھی گئی ہے۔ مدارس عربیہ کے مہتمم حضرات اور طلباء سے گزارش ہے کہ وہ کسی بھی مکتبہ سے یہ کتاب خریدیں تو پچاس روپے سے زائد ہرگز ادائیگی نہ کریں۔ اس سے زائد قیمت وصول کرنا اخلاقاً وقانوناً ممنوع ہوگا۔ مبلغین ختم نبوت سے گزارش ہے کہ وہ ان مدارس میں جہاں مشکوۃ تک تعلیم ہے۔ ان مدارس کے مہتممین حضرات سے مل کر صورت حال واضح کردیں۔ چاروں صوبوں میں یہ کتاب درج ذیل کتب خانوں سے مل سکتی ہے یا براہ راست دفتر مرکزیہ ملتان سے رجوع کریں۔ مطلوبہ تعداد میں کتاب ان کو بھجوادی جائے گی۔

1:...... مکتبہ لدھیانوی دفتر ختم نبوت جامع مسجد باب الرحمت پرانی نمائش ایم اے جناح روڈ کراچی۔ فون :7780337

2:...... مکتبہ لدھیانوی سلام کتب مارکیٹ دکان نمبر 18 نزد جامعۃ العلوم الاسلامیہ علامہ بنوری ٹاؤن کراچی۔

3:...... دفتر عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت آنوبھان روڈ لطیف آباد نمبر 2/ حیدرآباد فون :869948

4:...... دفتر عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت مینارہ معصوم جی ٹی روڈ سکھر فون :25463

5:...... دفتر عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت مسلم ٹاؤن 5 حسین اسٹریٹ مسجد عائشہ لاہور فون :5862404

6:...... ادارہ تالیفات ختم نبوت 38 غزنی اسٹریٹ اردو بازار لاہور فون :7232926

7:...... مکتبہ ختم نبوت 85 سرکلر روڈ لاہور فون :7232926

8:...... دفتر عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت اندرون سیالکوٹی گیٹ گوجرانوالہ فون: 215663

9:...... دفتر عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت مکان نمبر 1159/B گلی نمبر G-6/1/3/49 اسلام آباد فون :2829186

10:...... دفتر عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت آرٹ اسکول روڈ کوئٹہ فون :841995

11:...... ادارہ تالیفات اشرفیہ نزد چوک فوارہ ملتان

ملک بھر کے عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے دفاتر سے بھی رابطہ کیا جاسکتا ہے یا براہ راست ذیل کے پتہ پر رجوع کریں

دفتر مرکزیہ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت حضوری باغ روڈ ملتان فون :514122